مُحدِّث

دار التالیف والترجمہ ریوڑی تالاب بنارس

★

عدد مسلسل ٦٩ ◎ ربیع الاول ١٤٠٩ھ ◎ اکتوبر ١٩٨٨ء

AsliAhleSunnet.com

ماهنامه

محدث

بنارس

شماره ۱۰ اکتوبر ۱۹۸۸ء ربیع الاول ۱۴۰۹ھ جلد ۶

برگ و بار

۱۔ نظم (ابلیس اپنے مشیروں سے)	علامہ اقبال	۲
۲۔ نسیم صبح تیری مہربانی	عبدالوہاب حجازی	۳
۳۔ موجودہ دور کے عالمگیر مذہبی تقاضے	صوفی نذیر احمد کشمیری	۶
۴۔ ہندوستان میں علامہ ابن تیمیہ کا تعارف	ابو علی اثری	۱۸
۵۔ یہودیوں کی مجرمانہ ذہنیت	ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری	۳۰
۶۔ امام ضیاء الدین مقدسی صاحب المختارة	مولانا محمد حنیف فیضی	۳۵
۷۔ ہماری مطبوعات	ا۔م۔ سلفی	۴۶

مدیر
عبدالوہاب حجازی

پتہ
دارالتالیف والترجمہ
بی ۱۸/۱ جی ریوڑی تالاب
وارانسی ۲۲۱۰۱۰

بدل اشتراک
سالانہ تیس روپئے
فی پرچہ تین روپئے

AsliAhleSunnet.com

ابلیس

(اپنے مشیروں سے)

ہے مرے دستِ تصرف میں جہانِ رنگ و بو
کیا زمیں کیا مہر و مہ کیا آسمان تو بتو

کیا امامانِ سیاست کیا کلیسا کے شیوخ
سب کو دیوانہ بنا سکتی ہے میری ایک ہو

ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اس امت سے ہے
جس کی خاکستر میں ہے اب تک شرارِ آرزو

جانتا ہوں میں کہ مشرق کی اندھیری رات میں
بے ید بیضا ہے پیرانِ حرم کی آستیں

عصر حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرع پیغمبر کہیں

اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب
بادشاہوں کی نہیں، اللہ کی ہے یہ زمیں

چشم عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئیں تو خوب
یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محروم یقیں

ہے یہی بہتر الہیات میں الجھا رہے
یہ کتاب اللہ کی تاویلات میں الجھا رہے

ابن مریم مرگیا یا زندۂ جاوید ہے
ہیں صفاتِ ذاتِ حق حق سے جدا یا عین ذات

آنے والے سے مسیح ناصری مقصود ہے
یا مجدد جس میں ہوں فرزندِ مریم کے صفات

ہیں کلام اللہ کے الفاظ حادث یا قدیم
امت مرحوم کی ہے کس عقیدے میں نجات

کیا مسلماں کے لئے کافی نہیں اس دور میں
یہ الہیات کے ترشے ہوئے لات و منات

تم اسے بیگانہ رکھو عالم کردار سے
تا بساطِ زندگی میں اس کے سب مہرے ہوں مات

ہے وہی شعر و تصوف اس کے حق میں خوب تر
جو چھپا دے اسکی آنکھوں سے تماشائے حیات

ہر نفس ڈرتا ہوں اس امت کی بیداری سے میں
ہے حقیقت جس کے دیں کی احتساب کائنات

مست رکھو ذکر و فکرِ صبحگاہی میں اسے
پختہ تر کر دو مزاجِ خانقاہی میں اسے

علامہ اقبالؒ

AsliAhleSunnet.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقش راہ

نسیمِ صبح تیری مہربانی

خاص طور سے ملک کی تقسیم کے بعد حاملین کتاب وسنت کا اجتماعی نظام اور جماعتی وجود اپنی کمزوری کی آخری حد تک پہونچ گیا تھا، خزاں کے بے رحم ہاتھوں نے کتاب وسنت کے کتنے پربہار چمنستان اجاڑ دئے تھے، ملک کے طول وعرض میں دعوت اصیلہ کے کتنے ہی چاند ستارے تھے لیکن بکھرے ہوئے، نوع بہ نوع حالات کی دیواروں نے کمند بن کران کی تابانیوں کو اسیر اور محدود کر رکھا تھا، لیکن اجتماعیت فطرت کا کائنات گیر اصول ہے، جو چیز بھی اس ضابطۂ حیات سے باہر ہوتی ہے اپنا وجود کھو بیٹھتی ہے۔ طبعی طور پر پورے ملک میں پھیلے ہوئے متبعین سلف ایک مرکز کے لئے بیقرار تھے، موجودہ اور آئندہ نسلوں کے تعلیمی مسائل کو حل کرنے کے لئے ادھر جمعیۃ اور جماعت کے بزرگ قائدین نے ایک مرکزی درسگاہ کے قیام کا اعلان کیا ادھر پوری جماعت اس کے نام پر ایک جسم کی شکل اختیار کر گئی، جودامے، درمے، قدمے، سخنے اسی کے لئے حرکت کرتا تھا، گو ہر پہلو میں ایک دل اور الگ الگ ہر ایک کے تقاضے ہوتے ہیں لیکن مرکزی درسگاہ کے نام پر پوری جماعت ایک دل بن چکی تھی جو اسی کے لئے دھڑکتا، تڑپتا اور بے قرار ہوتا تھا، مرکزی دارالعلوم کی تاسیس ہوئی، تعلیم کا آغاز ہوا، میں سب سے پہلا طالب علم تھا، جو اپنے ضروری سامان کے ساتھ مرکز میں حاضر ہوا تھا، جامعہ رحمانیہ کے بعض طلباء نے بتایا کہ کچھ اور طلباء آئے تھے لیکن داخلہ لے کر کسی ضرورت سے گھر چلے گئے ہیں، مرکز میں تعلیم کا آغاز ہو جانے کے بعد ملک کے طول و عرض سے تشنگانِ علومِ نبوت آتے اور سیراب ہوتے رہے اور بحمد اللہ یہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔

میں نے اس مرکز علمی کے صاف ستھرے ماحول میں تعلیم وتربیت پائی، یہیں مجھے ذہن وشعور کی بالیدگی اور فکر ونظر کی وسعت حاصل ہوئی، مرکز کے سرپرستوں اور منتظمین کی اعلیٰ ظرفی وبالغ نظری، لائق ترین اساتذہ کی

AsliAhleSunnet.com

شفقت اور شبانہ روز کی جاں سوزی، طلباء کی باہمی اخوت اور ہمدردی وہ اہم عناصر تھے جن سے مرکز میں طالب علمی کا دور نہایت خوشگوار، بامقصد اور پرسکون تھا، ایسا خوشگوار کہ جس سے قلب و نظر کو ٹھنڈک ملتی، بامقصد اس طرح کہ نگاہوں کو آفاقیت بخش دے اور پرسکون ایسا کہ عمل کی دنیا میں مشترکہ جد و جہد کے لئے پرامن زلزلے قلب و دماغ میں خاموشی سے پلتے رہے۔ مرکز میں طالب علمی کے ایام احساس و شعور کی روشنی میں تیزی سے گزرتے گئے بالآخر وہ منزل بھی نصیب ہوئی جہاں پہونچ کر اس اعتماد کا احساس ہوا کہ میں زندگی کے میدان میں دوسروں کو بھی کچھ دے سکتا ہوں۔

تعلیم سے فراغت کے بعد جب اس مرکز علمی سے رخصت کا وقت آیا تو اس معنوی رشتہ اور وابستگی کی قوت و گیرائی کا احساس ہوا جو اس عظیم جماعتی ادارے اور شیدائیان کتاب و سنت کی آرزوؤں کے مرکز سے قائم ہو چکی تھی، زندگی کی کئی بہاریں ہم نے اس چمنستان علم میں گذاری تھیں، ہمیں اس کے در و دیوار سے انسیت تھی، اس زندگی میں نہ کہیں نشیب و فراز آیا اور نہ کبھی طوفانوں کے جھونکوں سے سابقہ پیش آیا، روانگی کے وقت یہاں کے ماحول کی پاکیزگی، اساتذہ کی شفقت و مہربانی اور طلباء کی باہمی اخوت و ہمدردی کے تمام مناظر ذہن میں گھوم گئے اور احساس و شعور کو ایک دھچکا سا لگا۔

جامعہ سے رخصت کے بعد جب میں نے عمل کی دنیا میں قدم رکھا تو اس طویل اور صبر آزما مرحلہ میں توفیق الٰہی اور اس کے بعد اساتذہ کرام کی نصیحتیں، ان کا خلوص و شفقت اور میرا ناقص علم و تجربہ میرا زادِ سفر تھا، اللہ کی نصرت اور اپنے تجربات کی روشنی میں عمل کے میدان میں مسلسل میں نے اپنا سفر جاری رکھا اور بحمد اللہ تعالیٰ اس میدان میں مجھے تلخ حقائق کے بجائے خوشگوار تبدیلیوں اور حوصلہ افزا نتائج سے سابقہ رہا، اگر کبھی کوئی صورت حال طبیعت کیلئے گراں ثابت ہوئی تو پھر بعد میں "وعسى أن تكرهوا شيئا وهو خير لكم" کا منظر سامنے آیا۔

احوال و ظروف اور اپنی حیثیت و صلاحیت کے مطابق متعلقہ ذمہ داریاں انجام دیتے ہوئے زندگی کے شب و روز گذر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنے اس مرکز علمی میں خدمت کا موقع حاصل ہوا۔ یہ ذمہ داران جامعہ کی ذرہ نوازی تھی کہ مجھ جیسے بے بضاعت انسان کو اس عظیم ادارے میں خدمت کے لئے منتخب کیا گیا، ورنہ

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل
نسیم صبح تیری مہربانی

AsliAhleSunnet.com

تقریباً نو سال کے بعد جب اپنے اس مرکز علمی میں دوبارہ میں نے قدم رکھا تو وہی ماحول کی خوشگواری اور اساتذہ کی شفقت و عاطفت کا منظر نظر آیا جس کی خوشگوار یادیں لے کر یہاں سے رخصت ہوا تھا، جامعہ سے باہر جو وقت گذرا تھا اس کا امتداد سمٹ کر لمحوں میں تبدیل ہو گیا۔

اپنے اس مرکز علمی میں میرے ذمہ بنیادی طور پر تصنیف و ترجمہ اور جزوی طور پر تدریس کا کام تھا، میں جامعہ کے صاف ستھرے علمی ماحول کے اندر اپنی ذمہ داریوں میں اس طرح منہمک ہوا کہ سرد و گرم فضاؤں کا احساس ہوا نہ بہار و خزاں کی رنگینیوں اور ویرانیوں کے تماشہ کی مہلت ملی، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تدریسی اور دعوتی مصروفیات کے ساتھ ساتھ تھوڑی مدت میں متعدد اہم کتابوں کے ترجمے اور بعض تصنیفی کام منظر عام پر آ گئے "واللہ یختص برحمتہ من یشاء"

جامعہ میں ایک کارکن کی حیثیت سے ایک طویل عرصہ گذارنے کے باوجود اپنی علمی کم مائگی کے باعث ماہنامہ محدث کی سرگرمیوں میں حصہ نہ لے سکا تھا، اب رحمتِ الٰہی کا نزول کہوں یا اپنی علمی بساط کی آزمائش کہ مجھے اس مرحلہ میں محدث کی ادارت کے لئے منتخب کیا گیا، اپنے اس مرکز علمی میں اپنے اساتذہ کے درمیان ہوتے ہوئے بھی میرے قدم لرزاں ہیں کہ معلوم نہیں میرے ناتواں کندھے اس بارگراں کو اٹھا سکیں گے یا نہیں، یہ احساس میرے فکر و شعور پر مسلط ہے لیکن دل عہد شناس کی یہ صدا بھی ہے کہ تعمیل حکم ضروری ہے، اب اس کے سوا کیا چارہ ہے کہ!

فاذا عزمت فتوکل علی اللہ

ماہنامہ محدث جامعہ کا ترجمان اور جماعت کا خادم ہے، اس کے ذریعہ ہماری کوشش ہوگی کہ جامعہ کی نوع بہ نوع سرگرمیوں سے جماعت اور عالم اسلام کو آگاہ کریں۔ دعوت عمل بالکتاب والسنۃ کی مثبت ترجمانی کریں، صحیح بنیادوں پر معاشرہ کی تعمیر نو کے لئے آگے بڑھتے ہوئے گوناگوں تاریکیوں میں ہدایت ربانی کی روشنی پھیلائیں، الفت و محبت کے خفتہ جذبات کو بیدار کریں، اسلامی اخوت کی جیتی جاگتی تصویر پیش کریں، اور تسبیح کے جو دانے پریشاں نظر آ رہے ہیں انھیں پھر سے ایک لڑی میں پروئیں۔

السعی منا والاتمام من اللہ

AsliAhleSunnet.com

موجودہ دور کے عالمگیر مذہبی تقاضے اور مذہبی گدیوں کا فرض

از صوفی نذیر احمد کاشمیری

(۱) عالم انسانی کا مذہبی پیشواؤں سے پہلا تقاضہ یہ ہے کہ گوردڈم کا خاتمہ کرتے ہوئے اخوت انسانی کو اس کی جگہ بحیثیت بنیادی اعتقاد کے قبول کر لیا جائے اور اسی حیثیت سے اسے عملی رواج دیا جائے۔

(۲) گوردڈم اور اخوت میں یہ فرق ہے اور نہایت واضح فرق ہے کہ گوردڈم تو پہلے قدم پر ہی انسانی برادری کو مساواتِ فرائض حیات و حقوق حیات سے محروم کرتا ہوا اسے پوجیہ اور پجاری میں تقسیم کر دیتا ہے ایک محدود گروہ کو تو معبود کا درجہ دیدیتا ہے اور دوسرے کو پجاری بنا ڈالتا ہے اور سماج کی پہلی اخلاقی بنیاد ہی کو انتہا درجہ کی ناہمواری اور اونچ نیچ کا قیدی بنا ڈالتا ہے اور مساوات فرائض حیات اور مساوات حقوق حیات قائم کرنے کا کوئی امکان نہیں رہتا اور جب تک مساوات فرائض و حقوق حیات کا دنیا میں قیام نہ ہوئے عدل و انصاف کا قیام ناممکن ہو جاتا ہے اور ظلم و بے انصافی کی تاریکی دنیا پر محیط رہے گی۔

(۳) **مساوات کی بنیادیں** (الف) ان ھٰذہ امتکم امۃ واحدۃ وانا ربکم فاعبدون یہ تمہاری امت انسانی ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا پالنہار ہوں لہذا میری عبادت کرو۔ (القرآن)

(ب) ان ھٰذہ امتکم امۃ واحدۃ وانا ربکم فاتقون۔ یہ تمہاری امت انسانی ایک ہی امت ہے

اور میں تمہارا پالنہار ہوں لہذا مجھ سے ڈرو (میرے قانون کا اتباع کرو) القرآن

(ج) یا ایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکر و انثیٰ وجعلنٰکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔

اے کائنات انسانی ہم نے تمہیں ایک ماں اور ایک باپ سے پیدا کیا اور مختلف خاندانوں میں بانٹ دیا ہے تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو (رہا شرافت کا سوال) تم میں اللہ کے ہاں صرف وہ شریف ہے جو متقی و پرہیزگار ہے گویا شرافت انسانی کا نسل و خون سے ایسا تعلق تو نیک کردار سے ہے۔

انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم فاتقوا اللہ لعلکم ترحمون۔

اللہ پر سچا یقین رکھنے والے سب بھائی بھائی ہیں لہذا بھائیوں میں صلح قائم کر رکھو تاکہ پھلو پھولو (القرآن) گویا خدا پر سچے ایمان کا تقاضہ ہے کہ انسان بھائی بھائی بن کر اس توحید خدا اور اخوت انسانی کا تعلق جڑ اور تنے کا تعلق ہے۔ جڑ جتنی مضبوط ہوگی تنہ بھی اسی اعتبار سے مضبوط ہوگا۔

(۴) اسلام نے سب مذاہب سے زیادہ توحید خدا پر زور دیا ہے لہذا اسی مقدار سے مسلم اقوام میں بھائی چارے کا اصول زیادہ مضبوط ہے۔ وقت ضرورت وہ نسل و وطن کے غیر اخلاقی بندھنوں کو توڑ کر اپنی عالمگیری کا مظاہرہ کرتا رہتا ہے اور اب تک کر رہا ہے چونکہ ہمواری مساوات کے پروپیگنڈے نے ساری بنی نوع انسان کو مساوات حقوق و فرائض انسانی سے تقریباً شناسا کر دیا ہے لہذا تاریخ انسانی کا اگلا قدم صرف نظام خلافت نبوی معلوم ہوتا ہے اللہ پاک دنیا کے[علہ] اسلام کے نظام اخوت کو سب سے بڑا دھکا اس وقت لگا جب بنی امیہ نے نظام خلافت نبوی کو ختم کر کے رائج الوقت نظام بادشاہی کو اس کی جگہ رائج کر دیا اس کے لئے انھوں نے خود مسلمانوں میں تیر و تفنگ اور توپ و تلوار کا وہ دور چلایا جس سے آج تک مسلمانوں کو نجات نہیں مل رہی ہے۔ اسلام کے نظام اخوت کو دوسرا زوردار دھکا اس وقت لگا جب موجودہ صدی کے آغاز میں اس شہنشاہیت کو بھی ختم کر دیا گیا ہے جسے بنو امیہ کے زمانے سے نظام خلافت کا نام دیا گیا تھا اور یہ عظیم تاریخی مغالطہ پیدا کر دیا گیا تھا کہ یہی نظام خلافت ہے جسے نبی آخر الزماں محمد نے قائم کیا تھا۔ حالانکہ اسکی ساری بنیاد مساوات فرائض و حقوق انسانی تھی اور ملوکیت کی قریباً ساری بنیاد نسلی بادشاہت تھی۔

علہ مسلم روسا کو توفیق دے کہ حضرت عمر بن العزیز کے اسوۂ حسنہ کا اتباع کرنے ہونے عام انسانی سطح پر آجائیں

AsliAhleSunnet.com

اس مغالطے نے نظام اخوت کے اس ماڈل کو دنیا کی نگاہوں سے قریباً اوجھل کر دیا تھا اور عالم انسانی کی نگاہ کو حال و مستقبل کی طرف سے ہٹا کر پھر ماضی کی طرف کر دیا گیا تھا اس دور کو بجا طور پر مسلم شہنشاہیت کا دور کہا جا سکتا ہے۔ اور یہ بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس شہنشاہیت میں وہ اکثر اجتماعی خرابیاں اور مظالم آگئے تھے جو نظام شہنشاہیت کا خاصہ ہے۔

(۵) ایک بڑا فرق

مسلم شہنشاہیت میں اور غیر مسلم شہنشاہیت میں ایک بڑا اور جوہری فرق یہ تھا کہ مسلم ملوکیت جس اصل سے ہٹ کر پیدا ہوئی تھی وہ اس اصول کا ریکارڈ اس درجہ تفصیل کے ساتھ واضح تھا اور اس کی حفاظت کے لئے علمائے حق کا ایک جانباز گروہ جدوجہد میں مصروف تھا کہ اس سلسلے کا مٹانا لادینی ملوکیت کے لئے ناممکن تھا اور یہ گروہ موقع کی تاک میں رہتا کہ نظام خلافت نبوی کو پھر سے دنیا میں رائج کرے۔ چنانچہ دوسری صدی ہجری کے آغاز نے علمائے حق کے گروہ کو ایک ایسا انسان دیا جس نے ملوکیت کی گدی پر آتے ہی سارے معاشرہ اسلامی کو [علہ] اپنی اصل کے مطابق کر دیا۔ لیکن اس کا سارا خاندان اس کا جانی دشمن بن گیا اور بالآخر اسے زہر دے کر گدی کو پھر ملوکیت کی شکل دیدی۔ یہ شخص حضرت عمر بن عبد العزیز اموی تھا جس نے علمائے امت کے مشورے سے یہ کام انجام دیا۔ اس شخص کے مجدد دین ہونے پر تمام امت کا اجماع ہے اور موجودہ دور کے بعض مسلم اہل قلم نے حضرت عمر ابن عبد العزیز کو خطاکار قرار دے کر موجودہ دور کی کلی ریاست کے ماڈل کو قبول کرنے کی تحریک چلائی ہے وہ ایک طرف تو صریح طور پر اجماع امت کا انکار ہے۔ جو کفر ہے تو دوسری طرف وہ اس بات کو نہیں سمجھے کہ موجودہ دور کی کلی ریاست لادینیت کی تاریخ کا نقطۂ کمال ہے اور سرتاسر لادینیت ولا اخلاقیت و ظلم و جور کا مظہر کامل ہے۔ یہ تکمیل دینی کا مظہر ہونے کے بجائے تکمیل نظام کفر کا آخری مظہر ہے۔

(۶) خلافت و ملوکیت کا بنیادی فرق

ملوکیت اور خلافت نبوی کا بنیادی فرق یہ ہے کہ ملوکیت تو صرف شخصی مرکزیت اور خاندانی مفاد پر جیتی تھی اور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی ساری بنیاد و امرھم شوری بینھم مومنوں کا اجتماعی کاروبار باہمی مشورے سے چلتا ہے۔ اور رفاہ عامہ کی حفاظت ہے اور ملوکیت و شہنشاہیت کا الٹ ہے۔

علہ پھر سے خلافت نبوی کے مطابق ڈھالنا شروع کیا اور صرف ڈھائی تین برس کے اندر پورے اسلامی معاشرے کو

حضرت خاتم الانبیاء کو جہاں صریح وحی الٰہی کی رہنمائی نہ ملتی تھی ایسے سارے معاملات میں انھیں حکم تھا کہ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ، صحابہ سے مشورہ کرلیا کرو، اور خود حضرت خاتم الانبیاء کا اعلان تھا کہ مَا تَشَاوَرَ قَوْمٌ قَطُّ اِلَّا هُدُوْا اِلٰى رُشْدِ اَمْرِهِمْ۔ جس قوم نے بھی باہمی مشورے کے اصول کو اپنایا انھیں صحیح راہ عمل کی طرف رہنمائی مل گئی۔

غیر نبی چاہے کسی درجے کا ہو اس کا اجتہاد و فکر خطا و صواب دونوں کا احتمال رکھتا ہے اور جو چیز خطا و صواب دونوں کا احتمال رکھتی ہو وہ ہرگز دعوت عام کا موضوع نہیں بن سکتی اس کی طرف دعوت دینا تفرقہ فی الدین کی طرف دعوت دینا ہے اور امت اسلامی کا موجودہ تفرقہ ایسی ہی دعوتوں کا نتیجہ ہے۔ ورنہ جہاں تک فرائض و واجبات سے دین کا تعلق ہے اسلام نے ان کے سلسلے میں نہایت درجہ متعین ہے۔ ان فرائض و واجبات میں تفرقے کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور ان میں متفقہ فرائض و واجبات کی طرف علمائے امت کا اور اس کے نتیجے میں جمہور امت کا رجوع عالم گیر امت اسلامی کو تاریخ انسانی کی سب سے بڑی اخلاقی و روحانی قوت بنا سکتا ہے۔ اور تاریخ انسانی کا از حد بگڑا ہوا توازن عالمگیر ہم آہنگی سے بدل سکتا ہے یعنی موجودہ آفاق گیر بدامنی کا علاج ہے۔ گویا اسلام کی ہمہ جہتی تجدید موجودہ عالم گیر فساد و بدامنی کا واحد علاج ہے۔

(۷) **محض تضاد** ( ) جدی طرز فکر۔ نے تمام مسلمہ اخلاقی صداقتوں کو پہلے نظر انداز کرتے ہوئے اور بعد میں ان کا مکمل انکار کرتے ہوئے جدیت کو جس طرح انسانی فکر و عمل کے ہر دائرے میں بحیثیت ایک آفاقی مذہب کے رواج دیا ہے اس نے انسانی معاشرے کو بے چینیوں اور بے اطمینانیوں کا جہنم بنا ڈالا ہے مارکسزم نے تو اسے پورا مذہب انسانی بنانے کی کوشش کی ہے جو تاحال جاری ہے مگر اب اس میں کچھ دراڑیں رونما ہو رہی۔ قومیت کے سوال نے مارکسزم سے اپنا حق حیات قریباً منوالیا ہے۔

یہ اسی باطنی تحریک کی اسی غلطی کا نتیجہ ہے کہ اس نے مذہبی طرز فکر کو، جسے اخلاقی طرز فکر کہنا بجا ہے۔ تو ہر دائرے سے جبر و قہر کرنے کی کوشش کی مگر قبل از تاریخ کے سارے اوہام و خرافات کو مذہب کی جگہ عوام سے رائج کرنے کی ہر ممکن سہا تیادی اس الٹے طرز عمل نے عوام میں مذہب کی سی شدت اختیار کرلی اور اب وہ خود کمیونسٹ تحریک اپنا وجود منوانے پر تل گیا ہے اگر کمیونزم ان اوہام کو ہٹا دینے کے بجائے مذہب سے رعایت برتتا تو اسے اس الٹ پلٹ کا سامنا نہ کرنا پڑتا

AsliAhleSunnet.com

(۸) **صحت و تضاد کی بے بنیادی** ایک آدمی کی صحت کی حالت یہ ہے کہ اس کے دل و دماغ میں کامل ہم آہنگی موجود ہو۔ اگر دل صحت کھو دے تو فوراً موت واقع ہو گی اگر دماغ صحت کھو بیٹھے تو انسان جنون و دیوانگی کا شکار ہوگا اور اگر دونوں میں صحت و ہم آہنگی موجود ہو تو انسان کی زندگی نہایت اعتدال پر ہوگی۔ چونکہ انسان کو سب چیزوں سے زیادہ اپنی زندگی کا علم ہے لہذا یہی حالت انسان کے لئے صحت و غلطی پرکھنے کا معیار ہے۔ اور چونکہ معاشرہ افراد ہی کا مجموعہ ہے لہذا معاشرہ کی صحت کی بنیادیں بھی ہم آہنگی ہے، اور اس کا صحیح عمل صرف تعاون ہو سکتا ہے۔ جنگ حالت فساد ہے۔ مگر موجودہ دور کے دہریئے عام طور پر اور مارکس تنظیم خاص کر سارے فکری و عملی اتحاد و توافق اتحاد کا انکار کرتا ہے۔ بلا کسی دلیل کے پوری انسانی زندگی میں تضاد اور کشمکش کو معیاری حالت قرار دیکر انسانیت کے ٹکڑے کرنے پر تل گیا ہے اور اس نے دنیا کو دارالفساد بنا ڈالا ہے اور انسان ہر وقت ایک اعصابی تشنج میں گرفتار ہو کر وہ مجنونانہ حرکتیں کرنے میں مصروف ہے۔ جو اسے صرف فنا کر سکتی ہیں چونکہ اس دہریہ دور نے فطرت انسانی کی ہر سطح کی ہم آہنگی اور دائمی ہم آہنگی کا انکار کر کے تضاد و تخالف کو معیاری حالت قرار دے لیا ہے لہذا جب وہ پوری کائنات فطرت پر متوجہ ہوتا ہے۔ اور اسی متضاد نقطہ نگاہ سے کائنات فطرت کے عمل کو معین کرتا ہے تو اسے صرف دارالفساد محسوس کرتا ہے جو یکسر باطل ہے۔ ساون کے اندھے کو اگر موسم صرف ہرا ہی ہرا محسوس ہو اور یرقان کے مارے کو ساری کائنات پیلی ہی دیکھائی دے تو اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ یہ حالت مشاہدہ کرنے والے کی غیر فطری و بیمار حالت کا ثبوت ہے یہ سارے تجربے اور تجربہ گاہیں اس لادینی و لا آئین حالت کو عالم گیر کرنے کے مرکز ہیں۔

ما تری فی خلق الرحمٰن من تفاوت فارجع البصر هل تری من

فطور ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیک البصر خاسئا و هو حسیر

خدائے رحمٰن کے سلسلہ پیدائش میں تو کوئی دراڑ نہ پائے گا پھر دیکھ کیا کوئی بھول چوک دیکھتا ہے پھر دوبارہ مشاہدہ کرو تو تیری نگاہ تھک کر واپس آجائے گی اور اسے کوئی بھول چوک نظر نہ آئے گی۔ (القرآن)

افغیر دین الله یبغون وله اسلم من فی السموٰت والارض

کیا یہ اہل کفر اللہ کے معین کردہ دین کے علاوہ کسی اور دین کی تلاش کرتے ہیں حالانکہ زمین و آسمان کی سب مخلوق اس کے آئین کے سامنے سربسجود ہے۔ (القرآن)

AsliAhleSunnet.com

یہ نوعِ انسانی کا وہ وحدانی نقطہ نگاہ جس کی رو سے فردِ انسانی سے شروع کر کے معاشرہ انسانی سے ہوتے ہوئے ساری کی ساری کائنات وحدتِ خلق اور وحدتِ امر کا ایک پُر حکمت تدبیر سلسلہ محسوس ہوتا ہے اور جسے بطور ایمان کے قبول کر لینے کے بعد انسان سارے فکری تضاد و فساد سے نجات حاصل کر لیتا ہے اور اندرونی امن اور شانتی حاصل کر لیتا ہے اور جسے عمل کی سطح پر رائج کرنے سے وہ سارے معاشرتی و عملی تضادوں سے بھی نجات حاصل کرتا ہے یہ ہے انسانی دین کی حقیقت۔

(۹) دائیں بازو اور بائیں بازو کا مغالطہ

موجودہ لادینی سیاست انسانوں کو بائیں بازو اور دائیں بازو میں تقسیم کرتی ہوئی تعاون کے قدرتی راہ اعتدال سے ہمیشہ کے لئے نکال دیتی ہے جو خالص منطقی طور پر ہی ایک مغالطہ ہے اس لئے کہ کسی چیز کا دایاں اور بایاں بازو کا بنیادی تقاضہ ہے کہ پہلے وہ چیز معین ہو ورنہ دایاں بایاں کا چکر محض ایک بے معنی بات ہوگی۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان کی اخلاقی فطرت میں ہمیشہ سے راہ وسط و اعتدال کا اذعان موجود رہا ہے۔ اور اس راہ اعتدال کی منزل مقصود بھی معین رہی ہے۔ اگر منزل مقصود نہیں ہے تو پھر اس تک پہونچانے والے راستے کی تلاش محض مہمل بات ہے اور اگر منزل مقصود معین ہے تو اس تک پہونچانے والی سیدھی راہ کا سوال قدرتاً سامنے آتا ہے اور جب سیدھی راہ کا وجود تسلیم ہو گیا تو پھر اس کے دائیں بازو اور بائیں بازو کے الفاظ میں خود بخود معنی پیدا ہو جاتے ہیں اور ساتھ ہی یہ حقیقت بھی طے ہو جاتی ہے کہ اصل راہ تو راہ وسط و اعتدال ہے اور دایاں بازو اور بایاں بازو صرف تھوڑی دور تک لے جانے والی محض پگڈنڈیاں ہیں جو اگرچہ انسان کے لئے وقتی اچھل کود کا سامان کر دیتی ہیں مگر منزل مقصود تک پہونچنے کے لئے انسان کو پھر سے اصل صراط مستقیم کی طرف پلٹنا پڑتا ہے اور نئے عزم سے سفر حیات کو شروع کرنا ہوتا ہے۔

اھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ۔

اے اللہ تو ہمیں سیدھی راہ پر چلا۔ ان لوگوں کی راہ پر چلا جن پر تیرا انعام رہا نہ ان لوگوں کی راہ پر جن پر تیرا غضب رہا نہ ان لوگوں کی راہ پر جو سیدھی راہ کو نہ پا سکے (القرآن)

AsliAhleSunnet.com

(۱۰) سیدھی راہ کی حقیقت

جہاں تک چیزوں کے مفید و مضر ہونے کا تعلق ہے اُس کی تمیز میں انسان و حیوان دونوں مساوی حیثیت رکھتے ہیں۔ انسان میں یہ تمیز زیادہ ترقی یافتہ ہوگئی ہے اس لئے کہ انسان کی معیشت زیادہ وسیع دائرے پر پھیلی ہوئی ہے مگر حیوانات کی معیشت کا دائرہ محدود ہے مگر دونوں جگہ یہ تمیز موجود ہے لیکن انسان اس تمیز کے علاوہ اخلاقی تمیز سے بھی نوازا گیا ہے اور یہی اخلاقی تمیز ہے جو انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کی بنیاد ہے اور جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی سب قوتوں کو انسان کے تابع فرمان SUB SERVIELT کردیا ہے گویا انسانی شرافت کی بنیاد اس کی اخلاقی سرشت ہے اور کائنات کی چیزوں کا انسان کے تابع فرماں ہونا اس کا پھل ہے لہٰذا قدرتی قوتوں کی افادیت انسان کی اخلاقی سرشت کے تابع ہے اور دہریہ اور لادینی گروہ جس طرح انسان کی اخلاقی سرشت کو اشیاء کی مادی افادیت کے ماتحت کرتا ہے یہ طریق فکر عملی و انسانی فطرت اور مقام کے علی الرغم الٹ ہے وہ انسان کی اخلاقی راہ اعتدال اور اخلاقی منزل مقصود کا انکار کرتا ہے انسان کو محض مادی افادیت کی بنیاد پر صراط مستقیم سے دائیں بائیں کی گھاٹیوں میں اور جھاڑیوں میں لے جانے کو ارتقائے حیات اور ترقی انسانی قرار دیتا ہے۔ اللہ پاک ان ابلیسوں کے شر سے انسان کو بچا کر اسے صراط مستقیم پر لے آئے، جہاں اس کی ساری مادی افادیت اس کی اخلاقی سرشت کی ایک ضرورت کی حیثیت سے اس کے ساتھ چلتی ہے امید ہے کہ صراط مستقیم اور دائیں بازو اور بائیں بازو کی گمراہی اس مختصر بیان سے اتنی واضح ہوجائے گی جس کا انکار کرنا عقلاً محال ہے قرآن مجید کی جو دعا حمد میں بیان کی گئی ہے اسے ایک مسلمان کم سے کم تیس دفعہ ۲۴ گھنٹوں میں دہرانا ہوتا ہے اخلاقی طریق عمل جسے مذہب میں عمل صالح کہا جاتا ہے۔ اور صدق دل سے اس دعا کو پوری طرح جاری رکھنا انسان کو راہ اعتدال پر مستحکم کردیتا ہے۔

(۱۱) تاریخ کا ایک عظیم محاکمہ

پوری تاریخ مذہب اس حقیقت کا ناقابل انکار ریکارڈ پیش کرتی ہے کہ نوع انسانی کے ایک بڑے اور مثالی گروہ نے ہزاروں مفید چیزوں سے اس لئے اجتناب کیا ہے کہ اخلاقی محاکمے نے ان کے جواز کو ممنوع کرادیا ہے۔ اس سلسلے کی دوسری ناقابل انکار حقیقت یہ ہے کہ ایسی ہدایت یافتہ گروہ کو نوع انسانی نے اپنا پیشوا مان کر ان کے طریق فکر و عمل پر سمٹ آنے کی بار بار کوشش کی ہے اور صرف اسی کوشش سے وہ فی الجملہ قسم کا اخلاقی اعتدال قائم رہا ہے۔

AsliAhleSunnet.com

جو بقاء انسانی کی واحد بنیاد ہے۔

اس سلسلے کی تیسری نا قابل انکار حقیقت یہ ہے کہ خود دہریہ معاشرہ میں آج بھی ایک ایمان دار انسان کو ایک بے ایمان انسان سے ایک انصاف پسند انسان کو ایک ظالم انسان سے ایک ایثار پیشہ انسان کو ایک خود غرض انسان سے ایک تعاون کرنے والے انسانکو ایک خود مرکز انسان سے ایک سچے انسان کو ایک جھوٹے انسان سے، ایک صاف معاملہ انسان کو ایک دغاباز انسان سے۔ ایک ہمدرد انسان کو ایک نفرت پسند انسان سے ایک امانت دار انسان کو ایک بد دیانت انسان سے اچھا اور قابل اعتبار انسان مانا جاتا ہے۔

اب لادینی اور لا اخلاقی گروہ کو مجبوراً اپنا محاسبہ کرنا ہوگا کہ ان حقائق کے ہوتے ہوئے ان کے خود ساختہ طریق گمراہی کی کون سی واقعاتی بنیاد رہ جاتی ہے۔ پھر یہ کمال بے حیائی کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اس دھاندلی کو تجربے پر مبنی صداقت قرار دیا جائے حالانکہ خالص تجربے کی حیثیت سے بھی وہ محض جھوٹ ہے۔ صدہا تجربوں کے مقابل اس باطل دعوے کو رکھکر بارہا غور کرنے اور اس سے توبہ کرنے کی ضرورت ہے۔

یہ دعوای جھوٹ و بد دیانتی اور دھوکہ دہی کے سوائے کچھ نہیں ہے پھر یہ اعلان کرنا کہ سچے مذہب کی ساری صداقتیں محض غیر تجربی تخیلات ہی جھوٹ اور بد دیانتی کی حد ہیں

(۱۳) اخلاقی راہ اعتدال کے دائیں بائیں کی دو گھاٹیاں

حیات انسانی کی منزل مقصود کو نظر انداز کرنا دہریت کی وہ بنیادی غلطی ہے جسکے باعث وہ اخلاقی راہ اعتدال کے ہر تصور سے بیگانہ ہو کر گمراہ ہو جاتے ہیں اور دائیں بائیں کے سراب میں بھٹکنا شروع کر دیتے ہیں مگر یہ احساس ان میں پھر بھی رہتا ہے کہ اصل راہ چھوڑ کر وہ دائیں بائیں بھٹک رہے ہیں جیسا کہ موجودہ دور کی دایاں بازو اور بایاں بازو کی تنظیموں کے نام سے ظاہر ہے۔ یہ گمراہی درحقیقت صرف دو قسم کی ہے۔ مگر آگے چل کر وہ اتنی قسموں میں بٹ جاتی ہے کہ جسکا کوئی حساب نہیں۔

(الف) اپنے اخلاقی ضمیر کی روشنی سے نظر بند کر کے انسان جب اپنی فلاح کی راہ کی تلاش میں نکلتا ہے تو اسے دو مناظرہ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یا تو اسے ظاہری مظاہر کائنات پر توجہ کو مرکوز کر کے چلنا پڑتا ہے اور یہ مادہ پرستی کی گھاٹی ہے۔ یا وہ باطنی کائنات میں کام کرنے والے قوانین کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور یہ باطنیہ کی گھاٹی ہے۔ یہاں سے دایاں بازو اور بایاں بازو کا تضاد شروع ہوتا ہے اور انسان کی

AsliAhleSunnet.com

اخلاقی شخصیت اُدھڑنا شروع ہوتی ہے اور بالآخر یہ اخلاقی شخصیت ناپید ہو جاتی ہے اور انسان محض گمراہی سے بڑھکر خالص غضب خداوندی کے جہنم میں گھس جاتا ہے۔ یہ جہنم ہمہ گیر ناکامی اور مایوسی کا دوسرا نام ہے۔ آئندہ زندگی کی جہنم اس دنیاوی جہنم کا تسلسل ہے۔ جس میں ناکامی و مایوسی بڑھتی ہی جائے گی۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ یہ دونوں گمراہیاں مادیت و باطنیت وفراط مستقیم کو چھوڑ کر دائیں بائیں بھٹک جانے کا نتیجہ ہی ——— اللہ نجات دے

وَالذین کفرُوا اعمالھمُ کسراب بقیعۃ	جن لوگوں نے انکار حق کیا ان کے اعمال سراب کے
یحسبہ الظمان ماءً حتیٰ اذا جاءہ لم یجدہ	مانند ہے جنھیں پیاسا پانی سمجھ لیتا ہے لیکن جب
شیئاً ووجد اللہ عندہٗ فوفٰہ حسابہ	ان کے خاتمہ تک پہونچتا ہے تو انھیں تو کچھ نہیں پاتا مگر
واللہ سریع الحساب . او کظلمات فی	اللہ کو اپنے سامنے پاتا ہے جو اس کے حساب وکتاب
بحرلجی یغشاہ موج من فوقہ موج من	کو چکا دیتا ہے۔ اللہ تو جلد حساب چکا دینے والا ہے
فوقہ سحاب ظلمات بعضھا فوق بعض الخ	یا ان اہل کفر کے عمال کی مثال ایک گہرے سمندر

کی ہے جسے تہہ در تہہ موجوں نے ڈھانک رکھا ہے اور ان موجوں پر ابر گھیر اڈالے ہے یہ ہے تہہ بہ تہہ تاریکی کا سلسلہ (البقرہ)

(۱۲) جہنم وجنت

(الف) جس طرح جہنم اسی لگاتار بڑھنے والی ناکامی ومایوسی کا تسلسل ہے جو اہل کفر پر آخری مرحلہ حیات پر اس دنیا سے شروع ہوتی ہے۔

(ب) ایسے ہی جنت اس امید خیر کا تسلسل ہے جو امید خیر اہل ایمان کو راہ حق پر قائم رکھنے کی واحد بنیاد ہے جنت میں نہ یہ کہ یہ سب امیدیں پوری ہوں گی بلکہ عام اندازے اور توقع سے کہیں زیادہ پوری ہوں گی۔ اور یہ ارتقار سلسلہ ہے کبھی ختم نہیں ہوتا ہے۔

۱۳ انسانی آفاقیت universalism

کی پوری حقیقت صدر میں آگئی ہے اور انسانوں کو اس آفاقیت کا پابند ہونا ہے۔ انسان نے اس کائنات میں بحیثیت ایک اخلاقی مخلوق کے جنم لیا ہے اور اس سے کائنات میں وہ حقیقی معنی پیدا ہوئے ہیں جنھیں نظر انداز کرنے کے بعد یہ کائنات ایک لق ودق صحرائے مرگ ویاس کے سوا کچھ نہیں محسوس ہوتی۔

(۱۴) دہریہ گردہ کا یہ یونیورسل ازم انسان کے اس سارے یونیورسل ازم کا انکار کرتا ہوا مغالطات کا ایک سلسلہ پیش کرتا ہے اور اسے حقیقی یونیورسل ازم قرار دیتا ہے جو ان کے سب بنیادی دعاوی کی طرح محض فریب کاری اور

AsliAhleSunnet.com

دھوکہ بازی ہے

(الف) یہ مادی کائنات خالص مادی نقطہ نگاہ سے ایک ہمہ گیر وحدت کا پتہ دیتی ہے اس بات کو ایک عقیدے کے طور پر منوایا جاتا ہے سوال یہ ہے کہ اسے بطور اعتقاد کے منوانے سے انسان کا کونسا سوال حل ہوتا ہے۔

(ب) زندگی کے تمام عناصر میں ایک عالمگیر وحدت موجود ہے۔ یہ دوسرا مغالطہ ہے۔ اس لئے کہ ایسا مان لینے سے نوع انسانی کا کوئی سوال حل نہیں ہوتا بلکہ اصل سوال کو حل کرنے سے صد بار کاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں اس لئے کہ یہی دہریہ گروہ انسانی زندگی کے جزیرے۔ قومیتوں، ثقافتوں، رنگ و نسل کے ہزاروں تفرقوں اور امتیازوں میں تقسیم کرتا ہوا بنی نوع انسانی کو اپنی نوعی وحدت سے محروم رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس تفرقہ پرداز فلسفے کو مان لینے کے بعد خود کائنات کے متعلق نوع انسانی کا کوئی مسلم الثبوت نقطہ نگاہ آج تک نہیں پایا۔ اتنی بات تو مسلم ہے کہ کائنات کو ایک شعوری و مرتب اور مبنی پر حکمت سلسلہ تخلیق ماننے کے لئے ان لوگوں کے افکار و نظریات سے کوئی بھی امداد نہیں ملتی۔ حالانکہ انسان کی پرامن معقول زندگی کے لئے اس سوال کا معقول جواب ضروری ہے؟ لہٰذا یہ سب افکار و نظریات انسانی زندگی میں رنگ رنگ کا انتشار پیدا کرنے کے سوا اور کچھ نہیں کرتے لہٰذا انہیں ابلیس کا قریب قرار دیکر انسان کے سوچ دل و دماغ سے دھوڈالنا ضروری ہے۔ عالمگیر فلاح و بہبودی انسانی کے مطالبے کے مقابل ان لوگوں کا اپنے اپنے خود ساختہ افکار و نظریات پر اصرار انتہا درجے کا غیر انسانی فعل ہے۔

(۱۴) **وحدت انسانی سے وحدت خالق کائنات اور وحدت کائنات کی طرف سفر**

اوپر اسی عنوان کا خلاصہ آگیا ہے مگر اس کی تلخیص دوبارہ دی جاتی ہے کہ یہ حقیقت ذہن مستحضر رہے۔ اس لئے کہ اس پر اسلامی امن و سلامتی اور انسانی صلاح و فلاح کا دار و مدار ہے۔

(الف) انسان ایک شعوری وحدت کا نام ہے (ب) انسان کا وہ خاصہ جو اسے باقی اشیاء سے امتیاز دے کر اسے مقام شرافت پر متمکن کرتا ہے وہ اس کا اخلاقی [illegible] شعور و احساس و کردار ہے (ج) یہ اخلاقی شعور و احساس و کردار انسان پر خالق کائنات کی معرفت کا راستہ کھول دیتا ہے۔ چونکہ یہ اخلاقی شعور و احساس تمام افراد انسانی کا مشترکہ خاصہ ہے۔ لہٰذا افراد انسانی کا باہمی تعلق مساوات فرائض و

AsliAhleSunnet.com

حقوق ہے اور اس کی عملی تشکل صرف تعاون ہے (الایہاؒ) پر انسانی زندگی اور اس کا عملی کردار حیوانات کے مقابل قطعاً ایک جدا نوعیت کا منظر پیش کرتا ہے۔ اس لئے کہ حیوانات کا مقصد حیات تو صرف پیٹ کی اور صنفی احساس کی تسکین ہے۔ اس سے بالاتر کسی مقصد کو قبول کرنے کی حیوانات میں کوئی صلاحیت نہیں ہے۔

(س) حیوانات کے لئے اس مقصد کے حصول کا واحد ذریعہ مار دھاڑ، چیر پھاڑ ایک دوسرے سے اپنی بالادستی منوانا ایک دوسرے کے خلاف گھات لگانا وغیرہ ہے۔ اور یہ طریق کار انسانی طریق کار کا الٹ ہے۔

(ش) خالق کائنات وہ ہستی مطلق ہے جو تمام اخلاقی صفات کمال سے متصف اور تمام اخلاقی رذائل و نقائص سے پاک ہے۔

(ص) انسان کی اخلاقی فطرت صرف اسی خالق کائنات سے اپنا رابطہ قائم کرنے کے بعد اپنا امن و سلامتی محسوس کرتی ہے۔ اور ان میں اخلاق خداوندی کا اتباع کرنے سے اپنی اخلاقی شخصیت کی تکمیل کر سکتی ہے اس کے علاوہ انسان کو اپنی اخلاقی شخصیت کی تکمیل کے لئے اور کسی کونے سے کوئی امداد نہیں مل سکتی۔

(ط) مشرک افراد و اقوام کبھی بھی کوئی پائیدار یکساں اخلاقی معیار فکر و عمل تعمیر نہیں کر سکتے عمر بھر کے تجربے کے بعد میں نے محسوس کیا ہے کہ یہ مشرک فلاسفر کم از کم اپنے فکر و اعتقاد میں عام طور پر اباحتی ...... HEDONIST ہوتے ہیں ایسا لئے کہ وہ اس کا خالق کائنات سے کوئی رابطہ نہیں قائم کرتے جو تمام اخلاقی صفات سے متصف ہے۔

ع خالق کائنات سے بھرپور رابطہ کے بعد انسان کو یہ ساری کائنات ایک کارخانہ حکمت و تدبیر محسوس ہوتی ہے اور کفار و مشرکین کی وہ کائنات جسے دار الحرب کہا جا سکتا ہے۔ بالکل دار الاسلام محسوس ہونے لگتی ہے اور انسان خدا کی طرف سے یہ الہام پاتا ہے کہ۔

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ	اے مطمئن انسان اپنے رب کے پاس جا اس
رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي	صورت میں کہ وہ تجھ سے راضی ہو اور تو اس سے
عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي۔	راضی ہو۔ میرے سچے بندوں میں داخل ہو جا

میری جنت میں داخل ہو جا۔ (القرآن)

خدا کی قسم کہ انسان، کائنات اور خدا کے کائنات کے متعلق برابر جو کچھ عرض کیا گیا ہے وہی حق ہے اور باقی سب

AsliAhleSunnet.com

نظریات محض مغالطات ہیں. مگر اصل مشکل یہ ہے کہ خود پسند و خود مرکز جہلا کا ایک گروہ ہمیشہ نوع انسانی کی رہبری کے لئے موجود رہا ہے جو انسان کو اپنے اخلاقی مقام پر سمٹ آنے سے روک بنا رہا ہے اس لحاظ سے موجودہ دور آپ اپنی مثال ہے اس لئے کہ وہ مذہب اخلاق کی تمام حدود کو پامال کرتے ہوئے اور اس کا انکار کرتے ہوئے علم و حکمت کے نام پر نوع انسانی کو صراط مستقیم سے بھٹکانے میں لگا ہے.

ان میں سے کوئی تو مجھے سور محسوس ہوتا ہے. کوئی سانپ محسوس ہوتا ہے. کوئی بچھو محسوس ہوتا ہے. اور کوئی ندامت سے سر جھکائے ہوئے اپنی فکر کے نتائج پر نادم محسوس ہوتا ہے. مثال کے طور پر آئینی اسٹائن مجھے نادم ایک قسم کا انسان محسوس ہوتا ہے جو زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ " ہائے زندگی کو لایعنی اور مضر مشاغل میں ضائع کر دیا.

اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیهم غیر المغضوب علیهم ولا الضالین.

اے اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا انعام ہوا نہ ان لوگوں کا راستہ جو تیرے غضب کا نشانہ بنے نہ ان لوگوں کا راستہ جو راہ حق سے بھٹکے رہے (القرآن)

آئینی اسٹائن جیسے با حیا و بامروت لوگ تو صرف راہ گم کردہ ہیں مگر اخلاقی زندگی کا کھلا انکار کرنے والا گروہ خدا کے غضب کا نشانہ بنا ہوا ہے اور آنکھ جھپکنے پر اسے حقیقت حال معلوم ہو جائے گی. مگر اب پچھتا دت کیا بنے جب چڑیں چگ گئی کھیت ".

اثبات رفع الیدین قیمت: ۳/۵۰

• حالت نماز میں

رفع الیدین پر مدلل و مبرہن کتاب • صحابہ کرام تابعین و تبع تابعین کے علاوہ ائمہ اربعہ و دیگر بیشمار ائمہ مجتہدین کے نزدیک رفع الیدین سنت ہے.

ملنے کا پتہ : ریاستی جمعیۃ اہلحدیث مشرقی یوپی روم نمبر ۴ سی. کے ۳/۱۹۰ نیا چوک وارانسی ۲۲۱۰۰۱

وفیات

جامعہ محمدیہ نصرۃ الاسلام شنکر نگر کے ایک متدین و عالم باعمل جناب مولانا عبد اللہ صاحب اثری ۸۸/۹/۲۳ کو وفات پا گئے. انا للہ وانا الیہ راجعون

قارئین حضرات سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے. غمزدہ اساتذہ وطلبہ واراکین جامعہ ھذا.

AsliAhleSunnet.com

ہندوستان میں علامہ ابن تیمیہ رح کا تعارف

ابو علی اثری دار المصنفین اعظم گڈھ

مولانا شبلی کے اساتذہ میں جہاں غالی حنفی تھے۔ اہل حدیث بھی تھے، ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں بندول میں جیراج پور کے ایک بزرگ حکیم عبداللہ صاحب المتوفی ۱۳۰۷ھ ۱۸۹۰ء سے حاصل کی، جو مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی کے شاگرد تھے، مولانا کے والد شیخ حبیب اللہ صاحب وکیل نے شہر کے دوسرے عمائدین سے ملکر اعظم گڈھ میں ایک عربی مدرسہ قائم کیا تھا، جس میں مولانا سخاوت علی جونپوری کے شاگرد خاص مولوی فیض اللہ صاحب مدرس اعلیٰ مقرر ہوئے مولانا نے اس مدرسہ میں ان سے عربی کی چند کتابیں پڑھیں، یہ بھی اہل حدیث تھے، اسی زمانہ میں مولانا فاروق صاحب چریاکوٹی مدرسہ چشمہ رحمت غازی پور میں صدر مدرس تھے، ان کی تعلیم و تدریس کا شہرہ بہت دور دور تک پھیلا تھا، مولانا کے والد نے مولانا فاروق سے تعلیم حاصل کرنے کے لئے اسی مدرسہ چشمہ رحمت میں بھیج دیا، مولانا نے معقولات کی تمام کتابیں میرزاہد، ملاجلال مع میرزاہد، حمد اللہ شرح مطالع، صدرا شمس بازغہ انہیں سے پڑھیں، پھر شیخ صاحب نے مولانا فاروق کو اپنے عربی مدرسہ اعظم گڈھ میں بلالیا، یہیں مولانا نے ان سے مزید تعلیم حاصل کی، مولانا فاروق علوم عقلیہ و نقلیہ میں فاضل اجل ہونے کے باوصف بہت ہی متشدد حنفی اور جامد مقلد تھے، انہیں کے اثر سے مولانا شبلی بھی بہت سخت حنفی اور مقلد ہو گئے تھے، اور اہل حدیثوں کو علانیہ گمراہ کہتے تھے، فرماتے تھے: کہ ایک شخص عیسائی اور موسوی ہو سکتا ہے۔ لیکن اہل حدیث نہیں ہو سکتا۔ وہ تعلیم سے فارغ ہو کر اپنے وطن بندول آئے تو اہل حدیث علماء سے خوب عربی وار دو میں تحریری مناظرے کئے، ان میں سے ایک اردو رسالہ میں اہل حدیثوں کے متعلق بہت سخت الفاظ استعمال کئے ہیں، اور مذہب اہل حدیث کو اسلام کے لئے ایک فتنہ قرار دیا ہے جس کا انسداد ان کے نزدیک بہت ضروری تھا، لیکن جب علی گڑھ گئے، تو سرسید کے اثر سے جو اہل حدیث تھے، آمین اس زور سے بولتے تھے، کہ پوری مسجد اس سے گونج جاتی تھی، اور رفع یدین بھی کرتے تھے، پھر وہیں علامہ ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم کی کتابیں ان کی نظر سے گزریں تو دفعۃً ان میں بڑا توسع پیدا ہو گیا اور حنفیت اور

AsliAhleSunnet.com

مقلدیت میں غلو ہمیشہ کے لئے زائل ہو گیا۔ فرماتے تھے، کہ ابن تیمیہ کے سامنے رازی و غزالی سب ہیچ نظر آتے ہیں، ان میں الندوۃ میں ایک مضمون بھی لکھنا شروع کیا تھا، جس کا ایک ہی نمبر شائع ہو کر رہ گیا، لیکن اس ایک نمبر سے علامہ ابن تیمیہ کے ساتھ ان کی والہانہ عقیدت و شیفتگی کا پورا اندازہ ہوتا ہے، لکھتے ہیں:

"اسلام میں سینکڑوں ہزاروں بلکہ لاکھوں علماء، فضلائے مجتہدین، ائمہ فن، اور ماہرین گذرے لیکن مجدد (یعنی رفارمر) بہت کم پیدا ہوئے، ایک حدیث ہے "کہ ہر صدی میں ایک مجدد پیدا ہوگا" اگر یہ حدیث مان لی جائے تو آج تک کم از کم ۱۳ مجدد پیدا ہونے چاہئیں، لیکن اس حدیث کے صادق آنے کے لئے جن لوگوں کو مجدد دین کا لقب دیا گیا، ان میں سے اکثر معمولی درجہ کے لوگ ہیں، یہاں تک کہ علامہ سیوطی بھی اس منصب کے امیدوار ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں نے مجدد کے رتبہ کا اندازہ نہیں کیا۔

مجدد یا رفارمر کے لئے تین شرطیں ضروری ہیں:

(۱) مذہب یا علم یا سیاست (پالیٹکس) میں کوئی انقلاب پیدا کر دے۔

(۲) جو خیال اس کے دل میں آیا ہو، کسی کی تقلید سے نہ آیا ہو، بلکہ اجتہاد ہو۔

(۳) جسمانی مصیبتیں اٹھائی ہوں، جان پر کھیلا ہو، سرفروشی کی ہو، تیسری شرط اگر ضروری قرار نہ دی جائے، تو امام ابو حنیفہ، امام غزالی، امام رازی، شاہ ولی اللہ صاحب اس دائرہ میں آسکتے ہیں لیکن جو شخص رفارمر کا اصل مصداق ہو سکتا ہے۔ وہ علامہ ابن تیمیہ ہیں، مجددیت کی جس قدر خصوصیتیں علامہ کی ذات میں پائی جاتی ہیں، اس کی نظیر بہت کم مل سکتی ہے۔"

علامہ کے والد عبدالحلیم بہت بڑے عالم تھے، فن حدیث میں ان کو کمال حاصل تھا۔

علامہ کی عمر ۷ برس کی تھی، کہ تاتاریوں کے خوف سے جو بغداد کو غارت کر کے شام کی طرف بڑھ رہے تھے، اور قریب تھا کہ حران پہنچ جاتے، اور اس کو بھی غارت کر دیتے ان کے والد رات کو چھپ کر اپنے پورے خاندان کے ساتھ اپنے محبوب وطن حران سے نکلے، کتابیں بھی ساتھ تھیں، اور کسی طرح گرتے پڑتے دمشق پہنچ گئے، یہاں ان کو سکون حاصل ہوا، تو علامہ کی تعلیم شروع ہوئی، ابھی دس برس کی عمر بھی نہیں ہونے پائی تھی کہ نحو، صرف، ادب وغیرہ سے فراغت حاصل کی، ۱۷ برس کی عمر تک پہنچتے پہنچتے فتوے دینے کے قابل ہو گئے، تصنیف و تالیف بھی اسی عمر میں شروع کر دی، ۲۱ برس کی عمر کو پہنچے، تو ان کے والد مولانا عبدالحلیم کا جو متعدد مدرسوں میں درس د

تدریس کی خدمت انجام دے رہے تھے، انتقال ہوگیا، باپ کے انتقال کے بعد ان تمام مدرسوں میں ان کا عہدہ علامہ کو مل گیا۔

علامہ نے جن اساتذہ سے علوم کی تحصیل کی، ان کی تعداد ۲۰۰ تک پہنچ جاتی ہے، ان اساتذہ میں ایک خاتون زینب بھی ہیں جو ایک فاضل خاتون تھیں۔

۶۸۱ھ میں دار الحدیث سکریہ میں جو خاص فن حدیث کی درسگاہ تھی پہلا درس دیا۔ اس درس میں بڑے بڑے علماء اور فضلا استفادہ کی غرض سے شریک ہوئے۔

علامہ نے صرف بسم اللہ کے متعلق اس قدر نکات اور دقائق بیان کئے کہ لوگ حیرت زدہ رہ گئے، وقت کے ایک بزرگ تاج الدین فزاری نے یہ تقریر حرف بحرف قلم بند کرلی،

اسی زمانہ میں جامع مسجد میں جمعہ کی نماز کے بعد قرآن مجید کی تفسیر پر درس دینا شروع کیا، یہ درس اس قدر مفصل، بسیط اور طویل ہوتا گیا، کہ صرف سورۂ نوح کی تفسیر دو برس میں تمام ہوئی

ابھی علامہ کی عمر ۳۰ برس کی بھی نہیں ہوئی تھی کہ حکومت کی طرف سے قاضی القضاۃ کا عہدہ پیش کیا گیا، لیکن انہوں نے قبول کرنے سے انکار کردیا۔

۶۹۱ھ میں حج کیا، حج سے واپس آئے، تو تمام ملک میں ان کے فضل و کمال کا سکہ جم چکا تھا، لیکن اس حسن قبول کے ساتھ مخالفت کا سامان بھی بہم ہوتا جارہا تھا۔

اشعری اور حنبلی اس میں حریف مقابل تھے، امام رازی نے اشاعرہ کے مذہب کو اتنا مدلل اور روشن کردیا تھا، کہ حنبلی مذہب بجھ چلا تھا، علامہ ابن تیمیہ حنبلی تھے اس لئے انہوں نے دلیری کے ساتھ اشاعرہ کا مقابلہ کیا، اور اس سے حنبلی مذہب میں از سر نو جان پڑگئی۔

اس دوران میں ایک استفتاء ان کے پاس آیا، انہوں نے دو تین گھنٹہ میں اس کا لمبا چوڑا جواب لکھا جو حمویہ کے نام سے مشہور ہے، اس میں نہایت تفصیل کے ساتھ اشعریوں کے خیالات کی غلطی ثابت کی، یہ پہلا دن تھا کہ ان کی عداوت اور مخالفت کی صدا بلند ہوگئی، شورش اتنی بڑھی کہ حنفی قاضی نے اعلان کردیا۔ کہ علامہ فتویٰ نہ دینے پائیں، لیکن ایک صاحب اثر کے اثر سے یہ فتنہ فرو ہوگیا۔

سنہ میں یہ فتنہ پھر بڑے زور شور سے اٹھا، شاہی حکم آیا، کہ علماء و فضلاء کے مجمع میں علامہ کا اظہار

AsliAhleSunnet.com

لیا جائے، علامہ اپنی تصنیف "عقیدہ واسطیہ" ہاتھ میں لے کر آئے، اس کو سنایا، تو سب نے تسلیم کیا کہ علامہ کے عقائد اہل سنت کے عقائد ہیں چند روز کے بعد شاہی فرمان آیا، کہ علامہ پر جو الزامات لگائے گئے تھے غلط تھے۔

ایک مرتبہ مالکی قاضی کے حکم سے بدعقیدگی کے الزام میں علامہ قلعہ کے قید خانہ میں قید کر دیے گئے۔ قاضی کو جب معلوم ہوا کہ قید خانہ میں کبھی علامہ سے لوگ بے تکلفی سے ملتے ہیں، تو ان کو جب یوسف میں کر دیا گیا جو نہایت تنگ و تاریک قید خانہ تھا، یہ فرمان بھی صادر ہوا، کہ جو شخص بھی ابن تیمیہ کا ہم خیال ہوگا قتل کر دیا جائے گا۔

یہ قید واسارت کی زندگی بہت طویل تھی، اور علامہ بڑی بڑی آزمائشوں سے گذرے، بہر حال علامہ قید کی سخت تکالیف اور مصائب برداشت کرنے کے بعد رہا ہو گئے۔

رہائی کے بعد علامہ ہمہ تن ذکر و عبادت، تلاوت قرآن، مجاہدہ و ریاضت میں مشغول ہوئے، بالآخر بیمار ہوئے اور ۲۰ دن بیمار رہ کر ذوقعدہ ۷۲۸ھ میں وہ آفتاب علم دنیا کے افق میں چھپ گیا، اور تمام عالم میں تاریکی چھا گئی۔

رفتم و از رفتن من عالمے تاریک شد
من مگر شمعم چو رفتم بزم برہم ساختم

علامہ کی زندگی تک تو زمین و آسمان ان کے دشمن تھے، لیکن جب ان کے مرنے کی خبر پھیلی تو تمام ملک میں سناٹا چھا گیا۔ جامع مسجد کے موذن نے مینار پر چڑھ کر اعلان کیا، پولیس نے برجوں سے منادی کی دفعتہً تمام شہر کی دوکانیں بند ہو گئیں، قلعہ میں عزاداروں کی کثرت کی وجہ سے تل رکھنے کی جگہ نہیں تھی، قلعہ سے لے کر جامع مسجد تک آدمیوں کا ہجوم تھا، پورا شہر امنڈ آیا، ائمہ محدثین خصوصاً مزی نے غسل دیا، جنازہ جامع مسجد میں آیا، اور زیادہ ہجوم بڑھ گیا، اس کو کنٹرول میں رکھنے کے لئے ہر طرف فوجیں متعین ہو گئیں، سب سے پہلے قلعہ کے اندر شیخ محمد تمام کی امامت میں نماز جنازہ پڑھی گئی، پھر جامع مسجد دمشق میں ہوئی، جب جنازہ چلا ہے تو ہجوم کا یہ عالم تھا، کہ کھوے سے کھوا چھلتا تھا، جو لوگ جنازہ تک نہیں پہنچ سکتے تھے، وہ دور سے اپنے رومال، عمامے چادریں پھینکتے تھے کہ جنازہ سے مس کر جائے۔

جنازہ سروں پر چلتا تھا، کشمکش کا یہ حال تھا کہ ایک قدم آگے بڑھتا تھا، تو کئی قدم پیچھے ہٹ جاتا

AsliAhleSunnet.com

تھا، فقہا اور مفتیوں نے پورے شہر کو علامہ کا دشمن بنا دیا تھا، اس کے باوجود ڈھائی لاکھ آدمی جنازہ کے ساتھ تھے، ۱۵ ہزار تو عورتیں تھیں راستہ بھر لوگ زار زار روتے جاتے تھے، پردہ نشین عورتیں بالاخانوں اور کوٹھوں پر سے جنازہ کی طرف رخ کر کے نوحہ کرتی تھیں، اسی حالت میں ایک شخص نے بلند آواز سے پکارا کہ "اہل سنت کا جنازہ یوں اٹھتا ہے" یہ سننا تھا کہ ایک کہرام برپا ہوگیا، اور چیخوں سے تمام فضا گونج گئی، علامہ کے بھائی زین الدین نے پھر نمازِ جنازہ پڑھائی، اور مقبرہ صوفیہ میں اپنے بھائی شرف الدین کے بغل میں دفن ہوئے۔

اس وقت آجکل کی طرح ذرائع سفر اتنے وسیع نہیں تھے پھر بھی تمام دنیائے اسلام میں یہ خبر پھیل گئی ہر جگہ غائبانہ جنازہ کی نمازیں پڑھی گئیں، آنے جانے والوں کا بیان ہے کہ اقصائے مشرق چین میں ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی، اور منادی یہ پکارتا جاتا تھا، کہ "الصلوٰۃ علی ترجمان القرآن" مفسر قرآن کی نماز جنازہ۔

ان کو علامہ سے اتنی دلچسپی پیدا ہوئی کہ ۲۸ جولائی ۱۹۱۴ء کو ایک خط میں اپنے شاگرد رشید مولانا سید سلیمان ندوی کو لکھتے ہیں:

"تم نے (غالباً فقہ مالکی سے) شروع کر دیا تو خیر ورنہ ابن تیمیہ کی لا نف فرض اولین ہے مجھے اس شخص کے سامنے رازی و غزالی سب ہیچ نظر آتے ہیں ان کی تصنیفات میں ہر روز نئی باتیں ملتی ہیں، بار بار دیکھنا شرط ہے۔"

اس شخص کی رائے ہے کہ یہود و نصاریٰ اگر اپنے مذہب پر قائم رہیں، (تثلیث چھوڑ کر) اور اعمال حسنہ بجالائیں تو اسلام ان کو اجازت دیتا ہے، اس پر کافی بحث کی ہے، گو اصل نتیجہ کو کسی قدر ماند کر دیا ہے، تمام تر قرآن مجید سے استدلال کیا ہے۔

مولانا شبلی علامہ ابن تیمیہ کی کتابوں میں سے سب سے زیادہ "الرد علی المنطقیین" سے متاثر ہوئے، یہ اس وقت چھپی نہیں تھی یہ مولانا شبلی کے انتقال کے بہت عرصہ کے بعد ۱۹۵۳ء میں بمبئی کے مشہور تاجر کتب عبدالصمد شرف الدین الکتبی نے اپنے اہتمام میں اسکو طبع کرایا، جسکے اخراجات حکومت حجاز نے ادا کئے، یوں تو اس کتاب کے قلمی نسخے دنیا کے متعدد کتب خانوں میں موجود ہیں ایک قلمی نسخہ دار المصنفین کے کتب خانہ میں بھی ہے۔ جو دار العلوم ندوۃ العلماء کے کتبخانہ کے قلمی نسخہ کی نقل ہے، لیکن اسکا قدیم ترین نسخہ کتبخانہ آصفیہ حیدرآباد میں ہے یہ نسخہ امام ابن تیمیہ کے ایک شاگرد محمد بن احمد بن حسن

AsliAhleSunnet.com

الشافعی کا لکھا ہوا ہے، جس کو لکھنے کے بعد سعادت مند شاگرد نے تصحیح کی غرض سے علامہ کے سامنے پیش کیا تھا چنانچہ جا بجا اس کے حواشی پر اور کہیں کہیں بین السطور میں خود امام ابن تیمیہ کے قلم سے ترمیم و تصحیح ہے، اور متعدد مقامات پر بعض مباحث کا اضافہ بھی ہے۔

دنیا کے مختلف کتب خانوں میں اس کے جتنے قلمی نسخے موجود ہیں ان میں گوناگوں خصوصیات کا حامل کتب خانہ آصفیہ حیدرآبادی کا نسخہ ہے، یہ مطبوعہ نسخہ اسی کی نقل ہے۔

ایک بڑی خصوصیت اس کی یہ ہے کہ طابع نے شروع میں امام ابن تیمیہ کے قلم کی بعض تحریروں کا فوٹو بھی دیا ہے

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ شروع میں مولانا سید سلیمان ندوی کا ایک مختصر مگر گراں قدر مقدمہ بھی ہے، اس میں نہایت ایجاز کے ساتھ مسلمانوں میں یونانی علوم کی اشاعت کی تاریخ اس کے نتائج اور متکلمین اسلام کی کوششوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

مولانا سید سلیمان ندوی کی روایت ہے کہ جب وہ "الکلام" لکھ رہے تھے تو ان پر سب سے زیادہ غزالی، اور پھر رازی کا اثر تھا، اس کے بعد جب علامہ ابن تیمیہ کی کتابیں چھپ چھپ کر آنے لگیں تو علامہ ممدوح کا اثر ان پر غالب آنے لگا، اس اثر کا آغاز علامہ ابن تیمیہ کی کتاب "الرد علی المنطقیین" سے شروع ہوا اور آخر یہاں تک بڑھا کہ وہ جولائی ۱۹۱۴ء میں اپنی وفات سے چار ماہ پہلے مجھے لکھتے ہیں کہ "تم نے شروع کر دیا، تو خیر ورنہ ابن تیمیہ کی لائف فرض اولین ہے، مجھے اس شخص کے سامنے رازی، وغزالی سب ہیچ نظر آتے ہیں، ان کی تصنیفات میں ہر روز نئی باتیں ملتی ہیں" (ص ۸)

آخر میں مجھ سے فرماتے تھے کہ

"میں اب ہر چیز میں ابن تیمیہ کا ہاتھ پکڑ کر چلنے کو تیار ہوں"

آخر زمانہ میں ان کو روحانی جستجو کی خلش پیدا ہو گئی تھی، ایک دفعہ مولانا وارث حسن صاحب نے جن سے مولانا حمید الدین صاحب الہ آبادی کی پروفیسری کے زمانہ میں یعنی سنہ میں بیعت ہوئے تھے مولانا کی طرف ہاتھ بڑھایا، لیکن مولانا نے تقلیدی بیعت پسند نہیں کی۔ مگر ان کے دل میں ان کا احترام تھا۔

علامہ ابن تیمیہ کے بعد، وہ شاہ ولی اللہ صاحب سے بھی جو تیرہویں صدی ہجری میں ہندوستان

AsliAhleSunnet.com

میں پیدا ہوئے تھے، بہت زیادہ متاثر تھے، ان کو متکلمین اسلام میں شمار کیا ہے، اپنی کتاب علم الکلام میں لکھتے ہیں:

"ابن تیمیہ اور ابن رشد کے بعد بلکہ خود انہیں کے زمانہ میں مسلمانوں میں جو عقلی تنزل شروع ہوا تو اس کے لحاظ سے امید نہیں رہی تھی کہ پھر کوئی اس مرتبہ کا صاحب دل و دماغ پیدا ہوگا، لیکن قدرت کو اپنی نیرنگیوں کا تماشا دکھلانا تھا، کہ اخیر زمانہ میں جب کہ اسلام کا نفس واپسیں تھا، شاہ ولی اللہ جیسا شخص پیدا ہوا جس کی نکتہ سنجیوں کے آگے غزالی، رازی، ابن رشد کے کارنامے بھی ماند پڑ گئے۔"

اردو میں مولانا شبلی کے قلم سے علامہ ابن تیمیہ کا یہ پہلا تعارف تھا، لیکن یہ تعارف ندوہ کے حلقہ تک محدود ہو کر رہ گیا، حلقہ کے لوگ ان سے پورے طور پر واقف نہیں ہو سکے۔ مولانا شبلی کے بعد مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنے معجزانہ اسلوب میں علامہ کا تعارف کرایا، انہوں نے اپنی مشہور کتاب "تذکرہ" میں جو انہوں نے اپنے رانچی کے زمانہ نظر بندی میں بغیر کتابوں کی مراجعت، اور ان کے حوالوں کے محض اپنے حافظہ کی مدد سے بیساختہ لکھوا تھا، ان کا دعوت و عزیمت کے باب میں نہایت شاندار الفاظ میں ذکر کیا جو آگے آ رہی ہے)

اس میں شروع سے آخر تک کوئی مصنفانہ ترتیب نہیں ہے، وہ روزانہ جتنا کچھ لکھتے جاتے تھے، البلاغ کے مینیجر فضل الدین احمد مرزا کو بھیجتے جاتے تھے، اور وہ جمع کرتے چلے جاتے تھے، لیکن انہوں نے مولانا کے علم و مشورہ کے بغیر چھاپنا شروع کر دیا، مولانا کو جب اسکی اطلاع ملی تو دو ثلث سے کہیں زیادہ یہ کتاب چھپ چکی تھی، اس کے متعدد حصے ابھی نظر ثانی کے محتاج تھے۔ ضمنی مطالب و مباحث میں بھی بہت طوالت ہوگئی تھی جس کا مختصر کرنا ضروری تھا، اگر مولانا نظر ثانی کرتے تو معلوم نہیں کتاب کی صورت کیا ہوتی، چوں کہ کتاب کا بڑا حصہ چھپ چکا تھا، اس لئے بقیہ اجزار کی نظر ثانی و تہذیب و ترتیب پر ان کی طبیعت مائل نہیں ہوئی، انہوں نے لکھا ہے کہ لوگوں نے اپنی دلجمعی و فراغ خاطر کی یادگاریں چھوڑی ہیں، اپنی پریشان خاطری اور پراگندگی طبع کی بھی ایک یادگار رہے، کیا مضائقہ ہے:-

بگذارید کہ ایں نسخہ معجزا ماند

مولانا کی زندگی میں یہ ایک ہی مرتبہ چھپ کر رہ گئی دوسرا ایڈیشن چھپنے کی کوئی شکل پیدا ہوتی تو کیا عجب ہے کہ مولانا اس پر نظر ثانی کرتے، اور مصنفانہ ترتیب قائم کرتے، اس کے دوبارہ چھپنے کی نوبت آئی بھی تو اس وقت

AsliAhleSunnet.com

جب کہ مولانا کو دنیا سے گذرے ہوئے پورے ۱۲ برس ہوگئے تھے، اس کو ساہتیہ اکاڈمی نئی دہلی نے ملک کے مشہور ادیب اور ماہر غالبیات مالک رام سے از سر نو مرتب کرا کے پہلی بار ۱۹۶۰ء میں نہایت عمدہ کتابت و طباعت کے ساتھ شائع کیا، مگر مالک رام نے اصل متن میں، اور پھر مولانا کے حواشی میں جو کتاب میں جابجا تھے کوئی ردو بدل نہیں کیا، پر البتہ اپنی طرف سے بکثرت حواشی اضافہ کئے اور اس پر بڑا فاضلانہ مقدمہ لکھا، پھر اس کا بہت مفصل الگ الگ اعلام کا، بلاد و اماکن کا، کتب و اوراق متن کا اشاریہ مرتب کیا، پھر حواشی کے ماخذ کی فہرست بنائی، پھر مولانا کے متن اور حواشی میں جتنی قرآنی آیتیں تھیں ان کا مع پارہ، سورہ، رکوع، و آیت کے حوالہ لکھا، پھر جتنی حدیثیں نقل کی تھیں، مع حوالہ کے ان کی الگ سے فہرست بنائی، یہ سب انہوں نے بڑی محنت اور جانکاہی سے انجام دیا، جس کے لئے ان کو جتنا بھی خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔

ہر کتاب میں ان کا نام ان القاب و خطابات کے ساتھ لیا ہے، شیخ المصلحین، ملاذ المجددین، سید الکاملین، امام العارفین وارث الانبیاء، قدوۃ الاولیاء، شیخ الاسلام تقی الدین ابن تیمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پھر لکھا ہے کہ عہد اواخر کے تمام ممالک دعوت و تجدید کی ریاست دفاتحت اور قطبیت و مرکزیت کا مقام وقت کے اس مجدد اعظم کے سپرد کیا گیا، یہ انتخاب اس وقت ہوا جب کہ ائمہ دین اور کاملین علوم کی ایک جماعت کثیرہ ملک کے حصہ میں موجود تھی، خصوصاً مصر و شام تو علماء و کاملین امت سے مملو و مشحون تھے ان علماء و مشائخ کے علاوہ بڑے بڑے حفاظ و نقادان علوم و اعاظم نظر و اجتہاد تھے جن کے بعد اس درجہ کے لوگ تمام عالم اسلامی میں پیدا نہیں ہوئے، مثلاً ابو الفتح ابن سید الناس اشبیلی شمس الدین مقدسی، ابو العلاء الفاری السبکی، قاضی ابن الزملکانی سید ابو المحاسن دمشقی، ابو عبد اللہ حریری، ابو العباس ابن عمر الواسطی، حافظ ابو الفداء عماد الدین، حافظ احمد بن قدامہ مقدسی، ابو اسحاق اسعدی، امام برہان الدین الفزاری، حافظ صلاح الدین بعلبکی، شیخ صفی الدین البغدادی، حافظ ابن شامہ دمشقی، قاضی تقی الدین دقوقی، شیخ عمر بن الوردی، امام ابو العباس بن تجی جمال الدین عقیلی، حافظ برزال الاشبیلی، تقی الدین سبکی، حافظ جمال الدین المزی، امام تقی الدین ابن دقیق العید، ابو حیان، حافظ ذہبی۔

ان بزرگوں کے فضل و کمال اور ورع و تقویٰ و اتباع حق و سداد سے کون انکار کر سکتا ہے، خصوصاً حافظ مزی، برزال، ابن دقیق العید اور حافظ ذہبی تو اس پایہ کے بزرگ تھے کہ ان میں ہر شخص علوم سنت کا

AsliAhleSunnet.com

خزانہ اور حفظ و ثقہ کا امیرالمؤمنین تھا۔

ایسے اصحاب کمال دائمۂ علوم کی موجودگی میں، انہی کی قامت پر مجددیت کی قبا راست آئی، اور انہی کو مجدد تسلیم کیا گیا، اور انہوں نے ان سب کو راہ عزیمت و دعوت، تجدید و احیائے ملت، رفع اعلام سنت، اخماد شر بدعت، کشف و ابراز معارف مستورۂ کتاب و سنت و غوامض و سرائر معارف و حکمت نبوت، وانفجار ینابیع الحکمۃ من اللسان والجنان، و جہاد فی سبیل اللہ بالسیف والقلم واللسان میں منزلوں پیچھے چھوڑ دیا اور علوم و اعمال وھبیہ و سماویہ کی ان بلندیوں پر تنہا جا کھڑے ہوئے، جہاں ان کے اقران و معاصرین کے وہم و تصور کو بھی یارا نہیں۔ یہاں تک کہ خود ان کے معاصرین کو بیک زبان و یک قلم ہو کر اعتراف کرنا پڑا،

مَا رَاَیْنَا مِثْلَہٗ وَاِنَّ مَا رَاٰی مِثْلَ نَفْسِہٖ

نہ تو ہماری آنکھوں نے اس کا مثل دیکھا، اور نہ خود اس کو اپنا سا کوئی نظر آیا۔

اے تو مجموعہ خوبی بچہ نامت خوانم

حافظ ذہبی صاحب معجم شیوخ حافظ ابوالحجاج مزی صاحب تہذیب وغیرہ کا جو پایہ ہے؟ علم و فضل میں جو مقام ہے وہ ظاہر ہے، لیکن جہاں تک نسبت نبوت نیابت کاملہ منصب رسالت وعزیمت دعوئی کبری و تشبیہ و تخلق بالانبیاء کا مقام صرف علامہ ابن تیمیہ کو حاصل تھا امام حافظ مزی نے کہا کہ "میں نے نہ ان کا مثل دیکھا، اور نہ خود انہوں نے کسی کو اپنا ہم پایہ پایا، اور نہ میں نے کسی شخص کو ان سے زیادہ کتاب و سنت کا علم رکھنے والا اور کتاب و سنت کا عمل کرنے والا دیکھا"

موصوف نے ایک موقع پر کہا "کہ چار سو برس سے ایسا باکمال پیدا نہیں ہوا"

قمریاں پاس غلط کردہ خودمی دارند
ورنہ یک سرو دریں باغ باندام تو نیست

اس نادرالدھر کی بے ہمتایوں کا یہ حال تھا، جو نظر بھی اس پر پڑتی تھی تو بیساختہ کہہ اٹھتی تھیں:

ایں نگاہیست کہ شائستہ دیدارے ہست

بہرحال اپنے قلم معجز رقم سے علامہ کے مناقب و فضائل ذکر کرتے چلے گئے ہیں، اور اشہب قلم ہے، کہ ان کی تعریف و توصیف میں رواں دواں ہے، جیسے کہ کسی طرح رکنا ہی نہیں چاہتا، ہم بھی طوالت کے خیال سے قلم انداز کرتے

AsliAhleSunnet.com

ہیں، جس کو شوق ہو مولانا کا تذکرہ ۵۷ سے آخر تک مطالعہ کرے

نہ من برآں گل عارض غزل سرایم و بس
کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزار آمند

مگر ان کی اس کتاب کو ان کے صحیفۂ الہلال کی طرح شہرت حاصل نہیں ہوئی، اور وہ مولانا کے مرکزی حکومت کے کابینہ میں بطور وزیر تعلیم کے شریک ہونے تک گمنامی میں پڑی رہی، کسی نے نگاہ غلط انداز سے اس کے پڑھنے کی زحمت گوارہ نہیں کی، خود ان کی زندگی میں بھی عام طور سے لوگوں نے اس کتاب کی طرف التفات نہیں کیا ان کے انتقال کے بعد جب مالک رام صاحب نے اس کو ایڈٹ کیا اور ساہتیہ اکاڈمی نے اپنی طرف سے شائع کیا تو لوگوں کی نگاہیں اس پر پڑنے لگیں، اور لوگوں نے اس کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا، تذکرہ میں ان کے ان شاندار الفاظ میں ذکر کی وجہ سے علامہ کا اردو داں حلقہ میں مزید تعارف ہوا۔

مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی سید رشید رضا صاحب المنار کے مشہور مدرسہ "الدعوۃ والارشاد" سے فارغ ہو کر ہندوستان آئے، اور کلکتہ کو اپنی علمی و صحافتی سرگرمیوں کا مرکز بنایا، تو علامہ کی کئی کتابوں مثلاً کتاب الوسیلہ وغیرہ کا ترجمہ کیا، جو بہت مقبول ہوئیں، ان ترجموں سے ان کے ہندوستان میں تعارف کا ایک قدم اور بڑھا۔

سید احمد شہید والی کتاب کے مشہور مصنف مولانا غلام رسول مہر نے علامہ ابن تیمیہ پر ایک چھوٹا سا رسالہ لکھا ہے لیکن وہ بھی کچھ زیادہ مشہور نہیں ہوا، یہ کام ہمارے نزدیک مولانا محمد یوسف کوکن ہی کے لئے اٹھ رہا تھا، کہ ان کی کتاب کے شائع ہونے کے بعد علامہ ابن تیمیہ کا پورے ہندوستان میں چرچا پھیل گیا، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

مولانا محمد یوسف صاحب کوکن عمری جامعہ عمرآباد سے ہائی اسکول اور افضل العلماء کی ڈگری لے کر بحیثیت اعزازی رفیق کے دارالمصنفین آئے، تو ان کو علامہ ابن تیمیہ جیسا اہم موضوع دیا گیا، اور اس پر انہوں نے بڑے ذوق شوق کے ساتھ تیاری شروع کر دی، لیکن ایک ہی دو سال کے بعد ان کی زندگی کا رخ بدل گیا، اور اپنی انگریزی تعلیم کی تکمیل کا ان کو یکایک خیال پیدا ہو گیا، اور وہ مدراس یونیورسٹی سے پہلے ہی ہائی اسکول پاس تھے، پھر اس کے بعد غالباً آگرہ یونیورسٹی سے پرائیویٹ انٹر کیا

AsliAhleSunnet.com

پھر لکھنؤ یونیورسٹی سے پرائیویٹ بی۔ اے کیا، پھر وہ یہاں کی گرانمایہ اعزازی رفاقت ترک کرکے مدراس چلے گئے، اور وہاں مدراس یونیورسٹی سے عربی میں ایم۔اے کیا، اس کے بعد مدراس یونیورسٹی ہی سے کسی موضوع پر پی۔ ایچ۔ ڈی کیا، پھر اسی یونیورسٹی میں خوبی قسمت سے عربی و فارسی و اردو کے مشترکہ شعبہ کے صدر ہوگئے، اور ان کو معاش کی طرف سے اطمینان ہوگیا، تو دار المصنفین کا اپنا اہتمام کام جس کو سید صاحب علیہ الرحمہ نے تجویز کیا تھا، یعنی علامہ ابن تیمیہ کی سوانح عمری کی تکمیل کا خیال آیا، اس درمیان میں علامہ ابن تیمیہ پر اردو میں کئی کتابیں شائع ہوگئیں، ایک مصر کے مشہور مورخ و سوانح نگار ابوزہرہ کے ابن تیمیہ پر عربی لکچروں کا ترجمہ مولانا عطاء اللہ حنیف پھوجیانی نے اردو زبان کے مشہور و معروف مترجم مولانا رئیس احمد جعفری سے کرا کے، اپنے گرانقدر حواشی و تعلیقات مقدمہ اور مولانا مہر کے مقدمہ کے ساتھ اپنے مکتبہ سلفیہ لاہور سے شائع کیا، یہ اپنے موضوع پر اتنی جامع اور مکمل تھی کہ یہ سمجھا گیا، کہ اب اس کے بعد امام ابن تیمیہ کی اردو میں سوانح عمری کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہ گئی ہے، دوسری مولانا ابوالحسن علی ندوی کی سلسلۂ تاریخ دعوت و عزیمت کی دوسری جلد ہے جو تمامتر علامہ ابن تیمیہ کے سوانح حیات اور انکی علمی و تصنیفی خصوصیات ان کے تجدیدی و اصلاحی کارناموں، انکی اہم تصنیفات کے ذکر و تعارف اور ان کے ممتاز تلامذہ و منتسبین مثلاً علامہ ابن قیم و ابن رجب وغیرہ کے سوانح و حالات پر مشتمل ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ علامہ ابن تیمیہ کی لائف نہیں نہ فاضل مصنف نے اس کو اس نقطۂ نظر سے غالباً لکھا بھی ہے، بلکہ دعوت و عزیمت کے سلسلہ میں خود علامہ نے اور ان کے شاگردوں نے کوششیں کیں اور کارنامے انجام دیئے، اسی کی اس میں زیادہ تفصیل ہے اور اس میں کوئی شبہ کہ یہ سلسلہ تاریخ دعوت و عزیمت کی جو پانچ جلدوں تک اب تک پہنچ چکا ہے، سب سے بہتر کتاب ہے اس کی کاپی اور پروف کے پڑھتے وقت ہی مجھے بہت مزہ آیا، اور جب بھی وہ چھپ کر شائع ہوئی، تو جب بھی اس کو پڑھنے کے لئے اٹھاتا ہوں تو مجھے ہر مرتبہ اس کے پڑھنے میں ایک نیا مزہ اور ایک نئی لذت ملتی ہے اس میں انکے نامور شاگرد علامہ ابن قیم کا حال بہت مختصر تھا، میں نے مولانا کو لکھا کہ انکے یہ شاگرد تو ایسے تھے، اور ان کے علمی کارنامے اتنے زیادہ ہیں کہ ان پر بھی الگ سے ایک مستقل کتاب لکھنے کی ضرورت تھی لیکن آپ نے صرف دو ہی صفحے لکھے ہیں جو بالکل ناکافی ہیں میری یہ بات ان کو بہت پسند آئی اور ابن قیم پر دوبارہ کئی صفحے لکھ کر

AsliAhleSunnet.com

بھیجے اور وہی چھپے۔ ہندوستان کے عام اہل علم بالخصوص اردو داں امام ابن تیمیہ کے نام تک سے واقف نہیں تھے' سب سے پہلے علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۰۹ء میں الندوہ میں امام ابن تیمیہ پر ایک مضمون کا سلسلہ شروع کیا، لیکن وہ اردو کی بد قسمتی سے ایک ہی نمبر لکھ کر رہ گئے، پھر ان کو اپنی ساری عمر اس کی تکمیل کا خیال نہیں آیا، اور وہ نامکمل ہی رہ گیا۔ اس سے کسی قدر اردو داں طبقہ سے امام ابن تیمیہ' ان کے فضل و کمال اور کارناموں کا تعارف ہوا' اور لوگوں کو معلوم ہوا کہ تاریخ اسلام میں ساتویں صدی ہجری میں ایک بڑی اہم شخصیت امام ابن تیمیہ کی بھی گزری ہے' جو اپنے دور میں پوری دنیا سے اسلام میں مرجع انام تھے' ایک بڑے جلیل القدر مصنف ہونے کے ساتھ صاحب السیف بھی تھے اور میدان جنگ میں اپنی شمشیر براں کا جوہر بھی دکھایا تھا' پھر راپخی سے زمانہ نظر بندی میں مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی کتاب تذکرہ میں اصحاب دعوت و عزیمت کے سلسلہ میں ان کا نہایت والہانہ انداز سے ذکر کیا' بلکہ ان پر پوری ایک کتاب لکھنے کا بھی انہوں نے ارادہ کر لیا تھا' پھر مولانا مودودی نے اس پر اضافہ کیا۔ اس کے بعد متعدد اصحاب نے ان پر مضامین اور کتابیں لکھیں جن میں مولانا غلام رسول مہر اور غلام جیلانی برق کی بھی کتابیں ہیں۔

دارالمصنفین کے پیش نظر سلسلہ سیرۃ النبی' سیر الصحابہ' تاریخ اسلام' تابعین' تبع تابعین کے علاوہ مشاہیر اسلام کا بھی ایک سلسلہ تھا' مولانا عبدالسلام ندوی کی سیرت عمر بن عبدالعزیز اس میں شامل ہے' مولانا محمد یوسف صاحب بحیثیت رفیق کے دارالمصنفین آئے' تو ان کو امام ابن تیمیہ کی مکمل سوانح عمری لکھنے پر مامور کیا' وہ یہاں کے زمانۂ رفاقت میں تو اس کام کو پورا نہیں کر سکے' یہاں سے جانے کے برسوں بعد نہایت محنت' جانفشانی' تحقیق و جستجو اور دیدہ ریزی سے اس کو بالآخر مرتب کر لیا۔ اگر وہ اس کو یہیں مرتب کرتے تو وہ نہایت فخر کے ساتھ یہاں کے سلسلہ تصنیفات میں شامل کر لی جاتی' اسی دوران میں مولانا ابوالحسن علی ندوی نے تاریخ دعوت و عزیمت کا سلسلہ شروع کیا۔ اس کی دوسری جلد تمامتر علامہ ابن تیمیہ اور ان کے چند نامور تلامذہ کے حالات و واقعات اور کارناموں پر ہے' اور وہ معارف پریس میں چھپ کر دارالمصنفین کی طرف سے شائع ہوئی' اس کی اشاعت کے دو برس بعد مولانا محمد یوسف کی کتاب امام ابن تیمیہ مدراس سے چھپ کر آئی' جس کی طباعت کا صرفہ زیادہ تر مصنف نے اور کسی قدر مدراس کے مخیر اور قدرداں تاجروں نے برداشت کیا'۔

اس میں امام ابن تیمیہ کے حالات و سوانح اور ان کے علمی و تجدیدی کارناموں کے ہر گوشہ پر بڑی تحقیق

AsliAhleSunnet.com

اور تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے، یوں تو کتاب کے ہر ہر باب سے مؤلف کی محنت اور تحقیق کا ثبوت ملتا ہے، خاص طور پر ان کے وطن حران اور اسرۃ ابن تیمیہ کے بارہ میں جو معلومات فراہم کر دی ہیں، وہ کسی کتاب میں بھی یکجا نہیں مل سکتیں۔

اس کتاب کے پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے دور میں بھی مبتدع فرقوں کی فتنہ سامانیوں، موجودہ دور کے اہل بدع کی فتنہ سامانیوں اور فتنہ انگیزیوں سے کسی طرح کم نہیں تھیں، جن کا مقابلہ علامہ نے خوب کیا،

کتاب میں علامہ ابن قیم کے حالات اور علمی کارنامے زیادہ تفصیل سے نہیں بیان کئے گئے ہیں، ابن قیم نے نہ صرف اپنے استاذ کے علمی اور فقہی تصورات کی مزید توضیح وتہذیب ہی نہیں کی گئی ہے، بلکہ ان کے محض علمی کارنامے اپنی افادیت کے لحاظ سے بہت بڑھے ہوئے ہیں۔

یوں تو پوری کتاب اپنے موضوع پر جامع ہے، اس میں ہمارے نزدیک جو کمیاں رہ گئی ہیں امید کے فاضل مصنف اس کے دوسرے ایڈیشن میں پوری کر دیں گے۔

مثلاً امام کے فقہی اجتہادات واستدلالات کے سلسلہ میں ان کے رسالہ "القیاس فی الشرع" سے زیادہ فائدہ نہیں اٹھایا ہے، اس رسالہ میں اجتہاد ور قیاس کے موضوع پر بہترین بحث ہے۔

رد شیعیت امام کا مستقل موضوع تھا، جس کو اس کتاب میں پھیلا کر ضرور لکھا گیا ہے، لیکن باطنیت کے رد میں امام نے جو کچھ کہا ہے اس کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

بقیہ امام ضیاء الدین مقدسی ص۴۵

علموی کا بیان ہے کہ ضیا عابد وزاہد تھے۔ وقف کی کوئی چیز کبھی نہیں کھائی اور نہ حمام میں داخل ہوئے[1] ابن رجب نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے (ایک روایت کے مطابق) اپنے مدرسے کی تعمیر میں ازراہ تورع کسی سے کوئی چیز قبول نہ کی[2] ان کے شاگرد محمد بن حسن کا بیان ہے کہ وہ ورع تام، تقشف زائد اور کثرت عبادت کے اوصاف کے جامع تھے[3]

---

[1] منادمۃ الاطلال ص۲۴۳ [2] ذیل طبقات الحنابلہ (۲۳۸/۲) [3] تاریخ الاسلام، وفیات ۶۴۳ھ

AsliAhleSunnet.com

یہودیوں کی مجرمانہ ذہنیت

از ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری

تاک میں بیٹھے ہیں مدت سے یہودی سود خوار
جن کی روباہی کے آگے ہیچ ہے زور پلنگ
خود بخود گرنے کو ہے پکے ہوئے پھل کی طرح
دیکھیے پڑتا ہے آخر کس کی جھولی میں فرنگ

(علامہ اقبال رح)

ظہور اسلام کے بعد سے اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ یہودی قوم کا جو معاملہ رہا ہے وہ خیانت و بدعہدی اور مکر وفریب کی ایک طویل داستان پر مشتمل ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ پہونچ کر یہودیوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا وہ پُر امن بقائے باہم۔ مذہبی وسعت و رواداری اور انسانیت دوستی کی اعلیٰ مثال ہے، تمدن کی تاریخ میں اس معاہدہ کی دفعات بڑے گہرے معانی رکھتی ہیں۔ لیکن یہودیوں نے نہ تو اس معاہدہ کا پاس کیا نہ اس کے بعد کے کسی معاہدہ پر قائم رہے۔ ان کی طرف سے جن خلاف ورزیوں کا ظہور ہوا وہ علانیہ کم اور در پردہ زیادہ تھیں۔ جس سے ان کے سازشی ذہن اور مکر وفریب کی خوگر طبیعت کا اندازہ ہوتا ہے، اس قوم کے شرپسندوں نے یہاں تک کوشش کی تھی کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا چراغ حیات ہی، نعوذ باللہ، گل کر دیا جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کی

AsliAhleSunnet.com

اس طرح کی تمام کوششوں کو ناکام بنا دیا، اور اسلام کے لئے جس ترقی و برتری اور وسعت و آفاقیت کا وعدہ کیا تھا، اس کو پورا فرمایا۔

قرآن کریم نے یہودیوں کی قومی تاریخ کے جس حصہ کو پیش کیا ہے اس پر غور کرنے سے ہمیں اس قوم کی سیہ کاریوں اور مکر و فریب کا اندازہ ہوتا ہے، اور اسی لئے کوئی صاحب بصیرت انسان یہودی قوم کے بارے میں کبھی اچھے خیالات قائم نہیں کر سکتا، البتہ جو لوگ تاریخ سے واقف نہیں، اس قوم سے ان کا کوئی سابقہ نہیں پڑا یا پھر مسلمانوں سے ان کو عناد ہے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام نے یہودی قوم کے جس خدو خال کو پیش کیا ہے اس میں مذہبی تعصب کا دخل ہے۔

ہندوستان ہمیشہ سے امن پسند ملک رہا ہے، اس کی پوری جنگ آزادی عدم تشدد پر قائم تھی جس کی مثال تاریخ میں بہت کم ملے گی، اس لئے اس نے اپنی خارجہ پالیسی میں امن پسندی کا ثبوت دیتے ہوئے ہر طرح کی جارحیت اور توسیع پسندی کی مخالفت کی، فلسطین کے عرب باشندوں کو ان کے وطن سے بے دخل کر کے جب سامراجی طاقتوں نے اسرائیلی حکومت کے قیام کا اعلان کیا۔ تو پوری دنیا کے امن پسند ملکوں نے اس جارحیت کے خلاف آواز بلند کی، اور عرب سرزمین پر اسرائیلی حکومت کے قیام کو قابل مذمت قرار دیا، ہندوستان کے لیڈروں نے بھی مسئلہ کو پوری غیر جانبداری سے دیکھتے ہوئے عربوں کی حمایت کی اور اسرائیل کے قیام کو غلط ٹھہرایا۔ مختلف وجوہ سے بمبئی میں اسرائیل کا قنصل خانہ تو قائم ہو گیا لیکن اسرائیل کے ساتھ ہندوستان کے مکمل سفارتی تعلقات قائم نہیں ہوئے اور یہ صورت حال آج تک قائم ہے۔

عدل و انصاف کی جو فضیلت بھی بیان کی جائے، اور انسانی معاشرہ کو اس کی جس قدر ضرورت بتائی جائے لیکن اس کے باوجود ہر ملک میں کچھ لوگ ایسے ضرور مل جائیں گے، جو اس خوبی کے دشمن ہوں گے اور مختلف دلیلوں سے اس کا خون کرنے کی کوشش کرتے نظر آئیں گے۔ عرب اسرائیل مسئلہ سے متعلق ہمارے ملک کا ایک طبقہ مذکورہ رجحان کی نمائندگی کرتا ہے، اس کا مدعا ہے کہ عدل و انصاف سے قطع نظر اس مسئلہ میں ہندوستان کو اپنا مفاد پیش نظر رکھنا چاہیئے، اور عربوں کے بجائے اسرائیل سے تعلقات استوار کرنا چاہیئے یا پھر دونوں قوموں کو ایک سطح پر رکھنا چاہیئے، اس مشورہ میں مفاد کی

AsliAhleSunnet.com

جو بات بظاہر کہی جا رہی ہے وہ بھی اصل مقصود نہیں، اس کے پیچھے درحقیقت اسلام اور عرب دشمنی کا جذبہ کارفرما ہے، کچھ لوگوں کی یہ پالیسی ہے کہ جس جگہ اسلام اور غیر اسلام کا معاملہ ہو وہاں لازمی طور پر غیر اسلام کی حمایت ہونی چاہیئے۔ جانبداری کی یہی ذہنیت ہر دور میں عدل وانصاف کے لئے روڑا بنی رہی اور اسی کی وجہ سے تاریخ میں وحشت و بربریت کی بڑی بڑی داستانیں وجود میں آئیں۔

انسان کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ وہ تمام معاملات کو انصاف اور غیر جانبداری کے اصول پر تولے، اور مفاد و مصلحت سے بالاتر ہو کر ہمیشہ واقعات وحقائق کی روشنی میں فیصلہ کرے تاکہ توسیع پسندی، جارحیت اور وحشت و بربریت کے کاموں کی حوصلہ افزائی نہ ہو، اور دنیا میں امن وسکون قائم ہو سکے۔ بعض مسائل ایسے ہوتے ہیں جن میں مذہبی دائرہ سے بلند ہو کر انسانی سطح سے سوچنے اور کام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ عرب اسرائیل مسئلہ ہماری نظر میں بلاشبہ مذہبی بنیادوں پر قائم ہے۔ لیکن اس معاملہ کے کچھ پہلو ایسے ہیں جن کا تعلق عام انسانی برادری اور اس کے تحفظ کے اصولوں سے ہے، ایسی صورت میں پوری دنیا کے اہل انصاف کا فرض ہے کہ ضمیر کی آواز پر کان دھرتے ہوئے انصاف کا ساتھ دیں اور مظلوم عربوں کے حقوق کی بازیابی کے لئے راہ ہموار کریں۔ جو لوگ کسی تعصب کی بنیاد پر اسرائیل کی حمایت کا دم بھرتے ہیں ان کو اسرائیل کے ظلم وستم اور مکر و فریب پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

یہودی قوم نے ہمیشہ دوسری قوموں کو ذلیل کرنے اور ان کے جائز حقوق کو سلب کرنے کی سیاست پر عمل کیا ہے، اور آج بھی اس کا یہ عمل جاری ہے اس راہ میں وہ افترا پردازی اور کذب بیانی کو بھی روا سمجھتی ہے، اور اس بات کی پوری کوشش کرتی ہے کہ جو ممالک اسرائیل کے ہمنوا نہیں ہیں ان کے باہمی تعلقات ناہموار رہیں، اور اس طرح عربوں کے خلاف اس کے ظلم و جارحیت پر احتجاج کرنے والوں کی آواز کمزور اور کوشش بے اثر بنی رہے۔ یہودی قوم متعلق ہماری تمہید کی تصدیق کیلئے ذیل کی خبر ملاحظہ فرمایئے:

وزیر اعظم جناب راجیو گاندھی پچھلے دنوں نیویارک کے دورے پر تھے تو اسرائیلی ریڈیو نے اسرائیل ہند تعلقات بلند کرنے کے سلسلہ میں ایک خبر نشر کرتے ہوئے کہا تھا کہ مسٹر راجیو گاندھی نے

AsliAhleSunnet.com

یہودیوں کی وفاقی تنظیم کے سربراہ سے ایک ملاقات کے دوران وعدہ کیا تھا کہ وہ دونوں ملکوں کے درمیان سفارتی تعلقات کا درجہ بلند کریں گے۔

نیو یارک میں قیام کے دوران وزیر اعظم مسٹر راجیو گاندھی کی توجہ تل ابیب ریڈیو سے نشر کی گئی اس خبر کی طرف مبذول کرائی گئی جس میں بتایا گیا تھا کہ ہندوستان اسرائیل کے ساتھ اپنے سفارتی تعلقات کا درجہ بلند کر رہا ہے۔

مسٹر راجیو گاندھی نے اس خبر کی فوری طور پر تردید کردی اور کہا کہ ہندوستان اسرائیل کے ساتھ مکمل سفارتی تعلقات قائم کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا، اور نہ وہ اسرائیل کے ساتھ اپنے سفارتی تعلقات کا درجہ بلند کر رہا ہے۔

وزیر اعظم مسٹر راجیو گاندھی نے اپنی پریس کانفرنس اور ایک ٹیلی ویژن انٹرویو میں یہ بات واضح کردی کہ ہندوستان فلسطینی ہوم لینڈ کا حامی ہے اور چاہتا ہے کہ مغربی ایشیاء کے تمام ممالک اپنی محفوظ سرحدوں کے اندر رہیں۔ انھوں نے کہا کہ اس مسئلہ کا بہترین حل ایک بین اقوامی کانفرنس کا انعقاد ہے، اس کانفرنس میں تمام فریق اپنا موقف پیش کریں۔ مسٹر راجیو گاندھی نے مشورہ دیا کہ اس کانفرنس کو اپنے فیصلوں پر عمل کرانے کا اختیار ہونا چاہیئے۔

ٹیلی ویژن انٹرویو میں مسٹر راجیو گاندھی نے اس بارے میں اسرائیل کے ساتھ کسی ہندوستانی رابطے سے انکار کیا۔

امریکہ کی یہودی لابی نے ہندوستان اور اسرائیل کے تعلقات کے بارے میں منظم طور پر افواہیں پھیلا کر ہندوستان اور عرب ممالک کے درمیان غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ پہلے سے طے شدہ سازش کے تحت اسرائیل کے سب سے بڑے امریکی ایجنٹ سنیٹر سولارز نے وزیر اعظم مسٹر راجیو گاندھی سے ملاقات کی درخواست کی اور کہا کہ وہ اپنے ساتھ اپنے چند دوستوں کو بھی لانا چاہتے ہیں۔ سولارز بڑی چالاکی سے امریکی یہودیوں کے ایک گروہ کو اپنے ساتھ لے آیا، اور اس ملاقات کے فوراً بعد امریکی اور اسرائیل کے نشریاتی اداروں سے ایک ساتھ یہ افواہ اڑادی گئی کہ ہندوستان اسرائیل کے ساتھ مکمل سفارتی تعلقات قائم کر رہا ہے۔"

(سہ روزہ دعوت، دہلی، مجریہ ۱۶ رجون ۱۹۸۸ء)

AsliAhleSunnet.com

عالمی ذرائع ابلاغ اور یہودی قوم۔

دنیا کے جس حصہ میں بھی یہودیوں کو سکونت کا موقع ملا وہاں کے اقتصادی ذرائع کو انھوں نے اپنے قبضہ میں لینے کی کوشش کی، اسی وجہ سے وہ ہر جگہ مبغوض بن کر رہے، دولت کی حرص اور اس کے حصول کے لئے جائز و ناجائز ذرائع استعمال کیوجہ سے اُدباء و شعراء نے بھی ان کی اس طرح کی تصویر پیش کی ہے، اور ان کے سلسلہ میں عوام کی ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے، سکپیئر کے بعض ڈراموں میں یہودیوں کی اسی تصویر کو دیکھا جا سکتا ہے۔

قرآن کریم نے آج سے چودہ سو سال پیشتر یہودیوں کے سلسلہ میں جو کچھ کہا تھا اس کی تصدیق بھی ہر دور کے واقعات سے ہوتی رہی اور دنیا کی نظروں میں یہودی حرص و طمع، مکر و فریب اور ذلت و رسوائی کا عنوان بنے رہے۔

جدید دور میں یہودیوں نے اپنی مذکورہ تصویر کو بدلنے کیلئے مختلف وسائل کا استعمال کیا اور بڑی حد تک انھیں اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہوئی۔

یہودیوں نے سب سے پہلے عالمی ذرائع ابلاغ پر قبضہ کا منصوبہ بنایا۔ اور انتھک کوششوں کے بعد انھیں اس میں کامیابی حاصل ہوئی۔ آج جتنی بھی اہم بین اقوامی خبر ایجنسیاں ہیں اُن پر یہودیوں کا تسلط ہے۔ اور اس طرح عالمی صحافت ان کے اشاروں پر رقص کرتی نظر آتی ہے۔ صہیونی دانشوروں نے جو پروٹوکول مقرر کیا ہے اس کی اس عبارت پر غور کیجئے۔

”ہماری منظوری کے بغیر عوام تک کوئی خبر نہ پہونچے، اس کے لئے ہمیں دنیا کی خبر ایجنسیوں پر قبضہ کرنے کی ضرورت ہے، اس قبضہ کے بعد صحافت میں وہی خبر آسکے گی جیسے ہم چاہیں۔“

عالمی خبر ایجنسیوں میں ”رائٹر“ کا نام بید مشہور ہے، اس کو قائم کرنے والا ”جولیوس رائٹر“ مشہور یہودی تھا، ۱۸۱۶ء میں پیدا ہوا، جرمنی کے بینک میں ملازمت سے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا، پھر مذکورہ خبر ایجنسی قائم کی جس کی سرگرمیوں کا مرکز جرمنی، بلجیم اور پیرس تھے، پھر اس کا صدر دفتر لندن منتقل ہو گیا، اور دائرۂ عمل اس قدر وسیع ہو گیا کہ برطانوی صحافت پورے طور پر اسی ایجنسی پر بھروسہ کرنے لگی، ایجنسی نے ایک عالمی ریکارڈ اس وقت قائم کیا جب ۱۸۵۶ء میں نیپولین سوم کی ایک تقریر کو صرف ایک گھنٹہ بعد اس نے

AsliAhleSunnet.com

برطانوی صحافت کے حوالہ کردیا۔ امریکی خانہ جنگی سے متعلق خبر رسانی میں بھی اس ایجنسی نے نام پیدا کیا۔ ۔
۱۸۵۷ء میں رائٹر کو برطانوی شہریت حاصل ہوگئی تھی، اور ۱۸۹۹ء میں فرانس میں وہ فوت ہوا۔

امریکہ کے پانچ روزناموں نے ملکر ۱۸۴۸ء میں "ایسوشی ایٹڈ پریس" نامی ایجنسی قائم کی، ۱۹۰۰ء میں اس ایجنسی کو ایک کمپنی کی شکل دیدی گئی جس کے تحت اکثر امریکی اخبارات و رسائل آگئے، ان میں اکثر صہیونی تسلط کے ماتحت ہیں۔ اسی طرح یورپ و امریکہ کی دیگر خبر ایجنسیوں میں بھی ایسے افراد مل جائیں گے جو یا تو خود یہودی ہوں گے یا ان کا یہودیوں سے گہرا تعلق ہوگا۔

عالمی صحافت اور یہود

"ٹائمز" برطانیہ کا بیحد مشہور اور مؤثر اخبار ہے، اس کی اشاعت ۱۷۸۸ء میں شروع ہوئی، ابتداء میں بعض یہودی ایڈیٹروں اور دیگر ملازمین کے ذریعہ اسے یہودی مقاصد کے حصول کیلئے مسخر کیا گیا، بعض اوقات اسے مالی بحران کا سامنا کرنا پڑا، اسی طرح کے ایک بحران میں آسٹریلیا کے ایک صاحب ثروت یہودی "روبرٹ مرڈوک" نے ٹائمز کو خرید لیا اور اس وقت سے وہ پورے طور پر یہودیوں کے تصرف میں ہے، برطانوی رائے عامہ پر اس اخبار کا گہرا اثر ہے۔ کیونکہ برطانیہ کے اعلیٰ اقتصادی، سیاسی اور مذہبی حلقوں میں یہ سب سے زیادہ پڑھا جاتا ہے۔ یورپ و امریکہ کے دوسرے ملکوں میں بھی اس کی مقبولیت کم نہیں۔ روبرٹ مرڈوک کی ملکیت میں برطانیہ کے بعض اہم رسائل بھی ہیں، "مثلاً" سن "، نیوز آف دی ورلڈ"، اور "سیٹی میگزین"۔
اسی طرح یہ شخص آسٹریلیا، کناڈا اور امریکہ کے بھی متعدد اخبارات و رسائل کا مالک ہے۔ برطانیہ کے دوسرے اخبارات و رسائل پر بھی یہودی اشخاص کا قبضہ ہے، اور وہ ان اخبارات کو یہودی پروپگنڈے کیلئے استعمال کرتے ہیں، ایک ہفتہ وار رسالہ "ویک اینڈ"، اپنے مزاحیہ مضامین کے لئے مشہور رہے، اس کی اشاعت بھی بہت زیادہ ہے، اس میں اکثر عربوں اور مسلمانوں سے متعلق مضحکہ خیز خبریں اور مضامین شائع ہوتے ہیں، اور اس طرح ان کی تصویر کو مسخ کرکے پیش کیا جاتا ہے۔ "ایوننگ اسٹینڈرڈ" میں ایسے کارٹون شائع کئے جاتے ہیں جن میں عام طور پر عربوں کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ ۱۹۸۱ء کے ایک شمار سے پتہ چلتا ہے کہ صہیونی تحریک کے زیر اثر (۱۵) برطانوی اخبارات و رسائل کی روزانہ (۳۳) ملین کاپیاں تقسیم ہوتی ہیں۔ اس شمار سے مذکور اخبارات کے دائرہ اثر کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

AsliAhleSunnet.com

۱۹۸۱ء کے وسط میں لندن کے اخبار "سنڈے ٹائمز" نے جس کا مالک مذکورہ یہودی (مرڈوک) ہے، امریکی صحافی خاتون "سارہ اہرمین" کا ایک انٹرویو شائع کیا تھا، جس میں مذکورہ خاتون نے بڑے فخر سے بیان کیا تھا کہ اسرائیل نے جب عراقی ری ایکٹر تباہ کر دیا تھا تو پوری امریکی رائے عامہ اسرائیل کے خلاف ہو گئی تھی، لیکن یہودی نواز صحافت نے صرف ۴۸ گھنٹے میں لوگوں کا رجحان بدل دیا اور وہ یہ سمجھنے لگے کہ اسرائیلی اقدام بالکل حق بجانب تھا۔ اور ایسا کرنے سے امن عالم کو تقویت حاصل ہوئی۔

امریکہ میں (۱۷۵۹) اخبارات نکلتے ہیں جنہیں (۶۱) ملین امریکی باشندے پڑھتے ہیں۔ ہفتہ وار رسائل کی تعداد تقریباً آٹھ ہزار ہے۔ سب سے مشہور اخبار "نیویارک ٹائمز" ہے جسے ۱۸۴۱ء میں ھنری ریمونڈ نے جاری کیا تھا۔ ۱۸۹۶ء میں جب اسے مالی بحران کا سامنا ہوا تو ایک یہودی "اڈولف اوش" نے اسے خرید لیا، اس وقت سے اخبار یہودی مقاصد کی خدمت میں سرگرم ہے۔

دوسرے نمبر پر "واشنگٹن پوسٹ" ہے، اس پر بھی صیہونی عناصر قابض ہیں۔

ہفتہ وار رسائل میں "ٹائم" اور "نیوزویک" بیحد کثیر الاشاعت ہیں، ان پر بھی یہودیوں کا قبضہ ہے، اول الذکر (۴۵) لاکھ کی تعداد میں اور دوسرا (۳۰) لاکھ کی تعداد میں شائع ہوتا ہے، اور دونوں اسرائیل کی تائید اور اس کے حق میں پروپیگنڈے کیلئے مشہور ہیں۔

شیکاگو کا ایک روزنامہ "شیکاگو سن ٹائمز" ہے، اس کی اشاعت چھ لاکھ ستر ہزار کی تعداد میں ہوتی ہے، اس کی اسلام دشمنی کا حال اس کے ایک ایڈیٹوریل کی سرخی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں "اسلام کے ساتھ مفاہمت صرف تلوار اور بندوق کی زبان سے ہو سکتی ہے۔"

اس ایڈیٹوریل میں یہ صراحت ہے کہ کمیونزم اسلام سے بہت بہتر ہے کیونکہ اصلاً اس کی ابتداء مغرب ہی سے ہوتی ہے، لہذا اس کے ساتھ مفاہمت ممکن ہے اسلام کے ساتھ نہیں۔

AsliAhleSunnet.com

فرانسیسی صحافت کا حال بھی برطانیہ وامریکہ کی صحافت سے مختلف نہیں، فرانس میں یہودیوں کی تعداد تقریباً سات لاکھ ہے، لیکن وہاں کی سیاسی واقتصادی زندگی پر ان کی گرفت بیحد مضبوط ہے، ذرائع ابلاغ پر براہِ راست یا بالواسطہ ان کا قبضہ ہے، لہٰذا وہ ہمیشہ لوگوں کو مجبور کرتے ہیں کہ مسائل کو صہیونی نقطہ نظر سے دیکھیں اور یہودیوں کے حق میں اقدامات کریں۔

فرانس کے مشہور رسائل میں "نوفوکای" اور "اکسپریس" وغیرہ ہیں، ان پر یہودیوں کا قبضہ ہے۔ یہودی مقاصد کی تائید کرنے والے اخبارات میں "لوفیغارو" اور "لوکوٹیڈین" ہیں، لبنان پر حملہ کے دوران جب صبرا اور شتیلا نامی کیمپوں میں اسرائیلی فوجوں نے قتل عام مچایا تھا اس موقع پر مذکورہ دونوں اخبارات نے یہودی رویہ کی پرزور تائید کی تھی، اور جن اخبارات نے فلسطینیوں کی حمایت میں کچھ لکھا تھا ان پر مختلف طرح کے الزامات عائد کئے تھے۔

فرانس کا ایک اخبار "فرانس سور" اپنی عرب دشمنی کے لئے مشہور ہے، اس میں ہمیشہ ایسے مضامین شائع ہوتے ہیں جن میں یورپ کی رائے عامہ کو عربوں کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کیجاتی ہے پٹرول پیدا کرنے والے ملکوں کی تنظیم "اوپیک" نے جب پٹرول کی قیمت میں اضافہ کا فیصلہ کیا تو اس اخبار نے تنظیم کے دیگر ممبران کو چھوڑ کر صرف عرب ممالک کو اپنے غیظ وغضب کا نشانہ بنایا اور ان کے حق میں نامناسب جملے استعمال کئے، فرانس میں صہیونیت نواز عناصر کی سرگرمی کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ وہاں سے "یہودی عوام" کے نام سے ایک مستقل پرچہ نکلتا ہے۔

اس مختصر جائزہ سے ہم اندازہ کرسکتے ہیں کہ عالمی صحافت کس طرح تقریباً پورے طور پر یہودیوں کے قبضہ میں ہے اور وہ اسے اپنے حق میں رائے عامہ کو ہموار کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں، اور دوسری طرف فسق وفجور اور دہشت گردی وبدامنی پھیلانے کی بھی کوشش کرتے ہیں، تاکہ دنیا میں یہودیوں کے مقابلہ میں کوئی ایسا مثالی معاشرہ وجود میں نہ آسکے جس کے عدل وانصاف اور ایمانداری وسلامت روی کو دیکھ کر یہودیوں کو شرمسار ہونا پڑے۔

AsliAhleSunnet.com

امام ضیاء الدین مقدسی صاحب "المختارۃ"

۵۶۹ — ۶۴۳ھ
۱۱۷۴ — ۱۲۴۵ء

(قسط دوم)

مولانا محمد حنیف فیضی جامعہ سلفیہ بنارس

علمی ذوق و انہماک

آپ علم و فن کے بہت شوقین تھے۔ علوم و معارف سے غیر معمولی شغف رکھتے تھے۔ حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ انہوں نے بڑی بڑی کتابیں عالی ہمتی، محنت و مستعدی اور ضبط و تحقیق کے ساتھ نقل کیں [۱] نیز رقمطراز ہیں: کتب عن أقرانه ومن هو دونه [۲] انہوں نے اپنی ہم عمر اور اپنے سے کم عمر لوگوں سے حدیثیں لکھیں۔ نیز رقمطراز فرماتے ہیں لم يزل ملازماً للعلم والرواية والتاليف الى ان مات [۳] وہ برابر علم، روایت اور تالیف سے وابستہ رہے۔ یہاں تک کہ داعی اجل کو لبیک کہا۔ نیز لکھتے ہیں أفنى عمره هذا الشان [۴] انہوں نے علم حدیث سے اشتغال رکھنے میں اپنی عمر ختم کر دی۔ ابن نجار کا بیان ہے کہ علم و فن کی تحصیل و طلب میں ان جیسا اچھا طور و طریق والا آدمی ہماری آنکھوں نے نہیں دیکھا۔ [۵]

---

[۱] تاریخ الاسلام وفیات سنہ ۶۴۳ھ سیر اعلام النبلاء (۲۳/۱۲۹)

[۲و۳] سیر اعلام النبلاء (۲۳/۱۲۷ و ۱۲۸)

[۴] العبر (۵/۱۸۰) [۵] سیر اعلام النبلاء (۲۳/۱۳۰)

AsliAhleSunnet.com

صفدی رقم فرماتے ہیں لزم الاشتغال لما رجع و أکبّ علی التصنیف والنسخ جب وہ علمی سفر سے گھر واپس آئے تو علمی کاموں میں منہمک ہو گئے۔ کتابیں نقل کرنے اور تصنیف وتالیف کرنے میں لگے رہے۔ حافظ ذہبی اور ابن شاکر نے بھی یہی لکھا ہے [۱]

ان کے شاگرد محمد بن حسن کا بیان ہے کہ وہ بچپن سے لیکر آخری عمر تک علم وفن میں مشغول رہے۔ [۲] اساتذہ وتصانیف کی کثرت، مدرسہ کی تاسیس، لائبریری کے قیام اور درس وتدریس میں مصروفیت سے ان کے علمی ذوق وانہماک پر نمایاں روشنی پڑتی ہے۔

علم وفضل

ضیاء الدین مقدسی ان یگانۂ روزگار ہستیوں میں سے ہیں جو علم وفضل میں ممتاز اور جن کے فضائل وکمالات مسلم ہیں چنانچہ امام ذہبی بایں الفاظ ان کا تعارف کراتے ہیں۔ الشیخ الامام الحافظ القدوۃ المحقق المجود الحجۃ بقیۃ السلف [۳]

وہ شیخ، امام، حافظ، قدوہ، محقق، مجوّد، حجت اور بقیۃ السلف ہیں۔ ان کے ایک تلمیذ عز الدین کا بیان ہے، ماجاء بعد الدارقطنی مثل شیخنا الضیا [۴]

امام دارقطنی کے بعد ہمارے شیخ ضیاء جیسا آدمی پیدا نہیں ہوا۔ مزی کا قول ہے لم یکن فی وقتہ مثلہ [۵]

ضیاء کے زمانے میں کوئی ان کا ہم پلہ نہیں تھا۔ ان کے دوسرے شاگرد محمد ابن حسن بن سلام کا کہنا ہے۔ ما رأیت مثلہ فیما اجتمع لہ۔ جو علم وفضل وغیرہ آپ میں موجود تھا۔ اس کا حامل کسی دوسرے کو میں نے نہیں دیکھا۔ [۶]

---

[۱] الوافی بالوفیات (۴/۶۶) وفوات الوفیات (۳/۱۲۷) وتاریخ الاسلام، وفیات سنہ ۶۴۳ھ

[۲] تاریخ الاسلام وفیات سنہ ۶۴۳ھ [۳] و [۴] سیر اعلام النبلاء (۲۳/۱۲۶ و ۱۲۸)

[۵] تاریخ الاسلام، وفیات سنہ ۶۴۳ھ وذیل طبقات الحنابلہ (۲/۲۳۸)

[۶] تاریخ الاسلام وفیات سنہ ۶۴۳ھ

AsliAhleSunnet.com

عمر ابن حاجب فرماتے ہیں۔ ہمارے استاذ ضیاء شیخ وقت اور علم، حفظ، ثقاہت اور دینداری میں بے مثال ہیں علماء ربانیین میں سے ہیں، میرے جیسا آدمی ان کا تعارف کرانے سے قاصر ہے [1]

شرف بن نابلسی کا بیان ہے کہ: مارأیت مثل شیخنا الضیاء میں نے اپنے شیخ جیسا آدمی (علم وفضل) میں نہیں دیکھا۔[2]

ابن نجار ان کے متعدد اوصاف اور خوبیاں ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں نے نزاہت، عفت اور طلب علم کے حسن طریق میں ان جیسا نہیں دیکھا [3]

ابن رجب، ابن مفلح اور ابن عماد نے ان کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ حافظ کبیر محدث عصر اور یکتائے زمانہ تھے ان کی شہرت کے پیش نظر ان کے کمالات پر تفصیلی گفتگو کی حاجت باقی نہیں رہتی۔[4]

نواب صدیق حسن خاں نے لکھا ہے کہ وہ علم کثیر اور فضل کبیر کے حامل تھے [5] ان مذکورہ تفاصیل سے ان کے علم وفضل پر اچھی طرح روشنی پڑتی ہے

حفظ واتقان

اصحاب فن نے ان کے حفظ واتقان کا اعتراف کیا ہے اور ان کی توثیق وتثبیت کی ہے۔ حفظ واتقان کے باب میں ان کی حیثیت کا اندازہ لگانے کے لئے یہی کافی ہے کہ " الحافظ الکبیر" کے لقب سے ملقب ہیں، ابن رجب، ابن مفلح اور ابن عماد نے ان کو " الحافظ الکبیر" لکھا ہے [6]

حافظ شرف الدین کا بیان ہے: کان عظیم الشان فی الحفظ ... وہ حفظ میں اونچا مقام رکھتے تھے۔ [7] حافظ ذہبی اور ابن عبدالہادی نے ان کو حافظ وحجت لکھا ہے [8]

---

[1] سیر اعلام النبلاء (۲۳/۱۲۹) [2] تذکرۃ الحفاظ (۴/۱۴۰۶) [3] سیر اعلام النبلاء (۲۳/۱۲۹/۱۳۰)

[4] ذیل طبقات الحنابلہ (۲/۲۳۶) شذرات الذہب (۵/۲۲۴) المقصد الارشد ص ۲۸۳

[5] اتحاف النبلاء ص ۳۶۸ [6] ذیل طبقات الحنابلہ (۲/۲۳۶) المقصد الارشد ص ۲۸۳ شذرات الذہب (۵/۲۲۴)

[7] سیر اعلام النبلاء (۲۳/۱۲۸) [8] تذکرۃ الحفاظ (۴/۱۴۰۵) مختصر فی طبقات علماء الحدیث (ق ۲۵۶/أ)

AsliAhleSunnet.com

عمر ابن حاجب کا بیان ہے کہ وہ حفظ و ثقاہت میں یکتائے زمانہ تھے میں نے محدثین کی ایک جماعت کو دیکھا کہ انہوں نے ان کے حافظے کی تعریف کی۔ ذکی برزالی سے ان کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا کہ وہ حافظ، ثقہ، جبل۔ (حفظ کے پہاڑ)، دیندار اور صاحب خیر ہیں۔ ابن نجار کا بیان ہے کہ وہ حافظ، متقن، ثبت، صدوق، نبیل اور حجت ہیں [1]

محدث عصر علامہ محمد ناصر الدین البانی لکھتے ہیں کہ: حافظ کبیر ثقہ ثبت [2] وہ بلند پایہ حافظ، ثقہ اور ثابت ہیں۔

حدیث

ضیاء مقدسی ایک بلند پایہ محدث تھے۔ حدیث میں ان کی حیثیت اور مقام کا اندازہ اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ محدث الشام، شیخ السنۃ، شیخ المحدثین محدث عصر، شیخ وقت اور وحید دھر کے القاب سے ملقب ہیں [3]

ان کے حدیثی مقام کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ وہ جرح و تعدیل کے امام اور فن رجال کے ماہر تھے۔ اور احادیث کی صحت و سقم میں نقد و امتیاز کا مقام رکھتے تھے۔ ان کے شاگرد محمد بن حسن بن سلام کا بیان ہے کہ۔ کان مقدما فی علم الحدیث فکأن ھذا العلم قد انتھی الیہ وسلم لہ وہ علم حدیث میں بہت فائق تھے گویا کہ علم حدیث ان ہی پر ختم اور ان کے لئے تسلیم شدہ امر تھا

ابو العباس حسینی کا بیان ہے کہ۔ حدث بالکثیر مدۃ وخرج تخاریج کثیرۃ مفیدۃ وہ ایک مدت تک حدیث کے درس و تدریس میں منہمک رہے اور کثیر تعداد میں حدیثیں روایت کیں اور بہت سے مفید حدیثی اجزاء کی تخریج و تالیف کی۔ نیز فرماتے ہیں۔ وکان احد أئمۃ ھذا الشان وہ حدیث کے ایک بلند پایہ امام تھے۔ مزی کا قول ہے: الضیاء اعلم بالحدیث والرجال من الحافظ عبد الغنی۔ ضیاء حدیث اور رجال کے حافظ عبد الغنی سے زیادہ واقف کار تھے۔

---

[1] سیر اعلام النبلاء (۲۳/۱۲۸ و ۱۲۹) تذکرۃ الحفاظ (۴/۱۴۰۶) ذیل طبقات الحنابلہ (۲/۲۳۷)

[2] فہرس الالبانی ص ۳۲۵-۳ [3] تذکرۃ الحفاظ (۴/۱۴۰۵)، دول الاسلام (۲/۱۴۱)، ذیل طبقات الحنابلہ (۲/۲۳۶ و ۲۳۷)

AsliAhleSunnet.com

ابو اسحاق صریفینی کا بیان ہے کہ حافظ ضیاء الدین مقدسی سفر و حضر میں میرے رفیق تھے میں نے بچشم خود حدیث میں ان کے تبحر علمی اور کثرت معلومات کا مشاہدہ کیا ہے۔

ابن نجار کا قول ہے۔ عالم بالحدیث و احوال الرجال، لہ مجموعات و تخریجات۔ وہ حدیث اور احوال رجال کے واقف کار تھے۔ بہت سے مجموع اور حدیثی اجزاء کی تخریجات ان سے یادگار ہیں۔ عمر بن حاجب کا بیان ہے کہ ہمارے شیخ ابو عبد اللہ شیخ وقت اور علم وغیرہ میں یگانۂ روزگار تھے۔ اور روایت و حدیث میں زیادہ تحری سے کام لیتے تھے۔

امام ذہبی رقمطراز ہیں تخرج بالحافظ عبد الغنی وبرع فی ہذا الشان۔ حافظ عبد الغنی کے ہاتھ پر علم حدیث کی تکمیل کی اور اس میں ممتاز صلاحیت پیدا کی [1]

نقد حدیث اور جرح و تعدیل

حافظ ضیاء مقدسی ۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا۔ جرح اور تعدیل کے امام ، فن رجال کے ماہر اور احادیث و مرویات کی صحت و ضعف کے درمیان نقد و امتیاز کا مقام رکھتے ہیں۔

چنانچہ حافظ ذہبی نے ان کو "الحافظ الناقد" لکھا ہے [2]

سیف الدین ان کی شان میں فرماتے ہیں "الحافظ الناقد عمدۃ النقلۃ" [3] وہ حافظ جانچ پرکھ کرنے والے اور محدثین کے مرجع ہیں۔

امام ذہبی رقم طراز ہیں۔ "صَحَّحَ وَلَیَّنَ وَجَرَّحَ وَعَدَّلَ وَکَانَ المرجوع الیہ فی ھذا الشان" [4] ضیاء نے حدیثوں کی تصحیح و تضعیف اور رُواۃِ حدیث کے جرح و تعدیل کا کام کیا اور وہ اس بات میں مرجع تھے۔ شریف ابو العباس کا بیان ہے: "کان ... عارفاً بالرجال واحوالھم الحدیث وصحیحہ وسقیمہ" ضیاء رجال و احوالِ رجال کے عالم اور صحیح و ضعیف حدیثوں کے واقف کار تھے۔

---

[1] تاریخ الاسلام، وفیات (۶۴۳ھ) ذیل طبقات الحنابلہ (۲/۲۳۸)، سیر اعلام النبلاء (۲۳/۱۲۷، ۱۲۹-۱۳۰) تذکرۃ الحفاظ (۴/۱۴۰۵-۱۴۰۶) [2] المعین فی طبقات المحدثین ص ۲۰۳

[3] مختصر فی طبقات علماء الحدیث (ق ۲۵۶/ب) [4] تذکرۃ الحفاظ (۴/۱۴۰۵) [5] ذیل طبقات الحنابلہ (۲/۲۳۸)

AsliAhleSunnet.com

حافظ شرف الدین کا بیان ہے: کان عظیم الشان فی الحفظ ومعرفۃ الرجال، ھو کان المشار الیہ فی علم صحیح الحدیث وسقیمہ مارأیت عینی مثلہ [۱] ضیار حفظ اور رجال کے معرفت میں بلند پایہ تھے، صحیح اور ضعیف حدیثوں سے متعلق واقفیت کے باب میں انکی طرف اشارہ کیاجاتا تھا، میری آنکھ نے ان کا مثل نہیں دیکھا۔ عمر ابن حاجب کا بیان ہے کہ میں نے اپنے علمی سفر میں احوالِ رجال کے واقف کاروں کی ایک جماعت سے ضیار کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے ان کی شان میں لمبی چوڑی گفتگو کی اور ان کی حفظ وزہد کی تعریف یہاں تک کہ اگر وہ جرح و تعدیل کے سلسلے میں کلام کریں گے تو اسے قبول کیا جائے گا۔ [۲]

حافظ مزی کا قول گزر چکا ہے کہ حافظ ضیار، حافظ عبد الغنی پر حدیث ورجال کی معرفت میں فوقیت رکھتے تھے۔ اسی طرح ابن نجار کا بھی قول مذکور ہوچکا ہے کہ وہ حدیث اور احوالِ رجال کے واقف کار تھے۔

فقہ

آپ کا فقہ میں بھی اونچا مقام تھا آپ کی فقہی حیثیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ''فقیہہ'' [۳] کے لقب سے ملقب ہیں۔ امام ذہبی لکھتے ہیں۔ نظر فی الفقہ، وناظر فیہ وجمع بین فقہ الحدیث ومعانیہ [۴] یعنی فقہ میں آپ کو کافی درک تھا اس سلسلے میں معاصرین سے مباحثے بھی کئے۔ آپ فقہ حدیث اور معانیِ حدیث کے جامع تھے۔

قرآن

آپ حافظ قرآن اور علوم قرآن کے واقف کار تھے، حافظ ذہبی، صفدی اور ابن شاکر نے آپ کے حافظِ قرآن ہونے کی صراحت کی ہے [۵]

آپ کے شاگرد محمد بن حسن بن سلام کا بیان ہے کہ آپ قرآن کے حافظ تھے، ایک مدت تک قرآن سے اشتغال رکھا تھا۔ اور اس کو متعدد مشائخ سے متعدد روایات کے ساتھ پڑھا اور قرآن کی تلاوت شیریں

---

[۱] سیر اعلام النبلاء (۲۳ / ۱۲۸) [۲] تاریخ الاسلام، وفیات سنہ ۶۴۳ھ [۳] الاحادیث المختارۃ (شروع کتاب میں) القلائد الجوہریہ (۱ / ۱۳۰) [۴] تاریخ الاسلام، وفیات سنہ ۶۴۳ھ نیز دیکھئے: الوافی بالوفیات (۴ / ۶۶)
[۵] تاریخ الاسلام وفیات سنہ ۶۴۳ھ، الوافی بالوفیات (۴ / ۶۵) فوات الوفیات (۳ / ۲۶م)

AsliAhleSunnet.com

آواز سے کیا کرتے تھے۔ [1]

دیگر علوم آپ ادب کا بھی یک گونہ ذوق رکھتے تھے اس کے علاوہ تفسیر، لغت اور تاریخ کے بھی اچھے واقف کار تھے۔ صاحب الاعلام نے آپ کو "مورخ" لکھا ہے [2]

تاریخ میں آپکی بعض تالیفات بھی ہیں جن کا ذکر آگے آرہا ہے۔

آپ کی متعدد علوم وفنون پر مشتمل تصانیف اور کثرتِ تصانیف سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی ذات جامع کمالات اور علوم و معارف کا ایک بحر بیکراں تھی۔ اسی جامعیت اور تبحر علمی نے آپ کو مرجع خلائق بنا دیا تھا۔ تشنگانِ علوم و فنون آپ کے دولت کدہ پر حاضر ہو کر زانوئے تلمذ تہ کرتے اور اپنی علمی تشنگی بجھا کر فائز المرام ہوتے۔

زہد و تقویٰ وہ زہد، ورع، تقویٰ، تدین میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے تذکرہ نگاروں نے ان کے اندر ان اوصاف کے بدرجۂ تمام و کمال ہونے کی صراحت کی ہے۔ عمر بن حاجب کا بیان ہے کہ وہ تدین میں یکتائے زمانہ تھے، علمائے ربانیین میں سے تھے۔ بڑے عبادت گزار تھے، بکثرت اللہ کا ذکر کرتے اور لوگوں سے کنارہ کش رہتے ہیں نے محدثین کی ایک جماعت کو دیکھا کہ انھوں نے ان کے زہد اور حفظ کی تعریف کی۔ زکی الدین برزالی کا قول ہے کہ وہ متدین تھے، ابو اسحاق صریفینی نے انھیں زاہد و عابد بتایا ہے، شریف حسینی نے ان کے اندر تدین اور ورع کا ذکر کیا ہے [3]

ابن نجار فرماتے ہیں کہ وہ متقی، پرہیزگار، زاہد، عابد، اکلِ حلال میں محتاط اور مجاہد فی سبیل اللہ تھے [4] حافظ ذہبی رقم طراز ہیں: فیہ تعبد وانجماع عن الناس .... دائم التہجد، وہ عبادت گزار، گوشہ نشین اور تہجد کے پابند تھے [5] نیز لکھتے ہیں کہ وہ تدین ورع اور تقویٰ اور فضیلت تامہ کا حامل تھے [6]

حافظ ابن کثیر رقم فرماتے ہیں۔ کان رحمہ اللہ فی غایۃ العبادۃ والزہادۃ والورع والخیر، یعنی وہ انتہائی درجہ کے عابد، زاہد، متورع اور صاحب خیر تھے۔ [7] (بقیہ صنا پر دیکھئے)

---

[1] تاریخ الاسلام، وفیات ۶۴۳ھ [2] تاریخ الاسلام وفیات ۶۴۳ھ، الوافی بالوفیات (۴/۶۵) الاعلام للزرکلی (۶/۲۵۵)

[3] ذیل طبقات الحنابلہ (۲/۲۳۷ و ۲۳۸) [4][5] سیر اعلام النبلاء (۲۳/۱۲۸، ۱۳۰)

[6] العبر (۵/۱۸۰) [7] البدایہ والنہایہ (۱۳/۱۷۰)

AsliAhleSunnet.com

ہماری مطبوعات

نام کتاب :- شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں دو متضاد نظریئے

تالیف :- مولانا محفوظ الرحمن فیضی حفظہ اللہ

صفحات :- ۴۸، تقطیع متوسط، کتابت و طباعت عمدہ

ناشر :- ادارۃ البحوث الاسلامیہ جامعہ سلفیہ، بنارس

قیمت :- پانچ روپے

مولوی احمد رضا خاں بریلوی کی کتاب "حسام الحرمین" کی تردید میں حلقۂ دیوبند کے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی مرحوم نے ۱۳۲۸ھ میں "الشہاب الثاقب" نام سے ایک کتاب تالیف فرمائی تھی جس میں علاوہ دیگر باتوں کے بطور خاص اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ علماء دیوبند کیطرف وہابی ہونیکی نسبت ہرگز صحیح نہیں ہے کیونکہ "عقائد وہابیہ (یعنی شیخ محمد بن عبدالوہاب اور انکے متبعین کے عقائد) اور اکابر دیوبند کے معتقدات واعمال میں زمین آسمان بلکہ اس سے زائد کا فرق ہے"۔

اس ضمن میں مولانا مدنی نے شیخ محمد بن عبد الوہاب اور انکی دعوت کے خلاف الزامات وافتراءات کا ایک دفتر تیار کیا۔ اور شیخ کو ظالم، باغی، خونخوار، فاسق، خبیث، مخالف اہل سنت وجماعت وغیرہ وغیرہ القاب سے نوازا۔ شیخ کے ہمنواؤں پر بے بنیاد گھناؤنے الزامات لگائے اور حرم ہمنوائی میں ہندوستان کے اہل حدیثوں کو بھی اپنی عنایات کا نشانہ بنایا اور اس طرح شیخ محمد بن عبدالوہاب اور انکی دعوت اور غریب سعودی حکومت کے خلاف زبردست پروپیگنڈہ کرنے اور ان کو بدنام کرنے میں مولانا مدنی مرحوم بدعتیوں کے قدم بقدم بلکہ پیش قدم رہے۔

مولانا مرحوم کے نزدیک اس وقت کے حالات کا تقاضا یہی تھا۔ لیکن اب حالات کا رخ پلٹنے کے بعد نوع بنوع مصلحتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے مولانا منظور صاحب نعمانی حفظہ اللہ نے کمال ہنرمندی اور چالاکی کے ساتھ قلابازی کی اور شیخ محمد بن عبدالوہاب اور انکی دعوت اور سعودی حکومت کی حمایت وہمنوائی کا اپنی طرف سے ثبوت پیش کرنے کے لئے خانہ ساز تقریب پیدا کر کے ایک کتاب لکھی۔

AsliAhleSunnet.com

"شیخ محمد بن عبدالوہاب کے خلاف پروپیگنڈہ اور ہندوستان کے علماء حق پر اس کے اثرات" یہ کتاب مغالطات وتلبیسات سے پر ہے۔ مولانا نعمانی نے اس میں حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے اور قطعی غلط اور بے بنیاد باتوں کا سہارا لے کر مولانا مدنی کو شیخ محمد بن عبدالوہاب کے خلاف ان کے "فرمودات عالیات وارشادات طیبات" سے بری الذمہ قرار دینے کے لئے علاوہ دیگر غلط بیانیوں کے مندرجہ ذیل تلبیسات کی ناروا سعی فرمائی ہے:

۱۔ مولانا مدنی "شہاب ثاقب" کی تالیف کے وقت مدینہ منورہ میں مقیم تھے۔ اور اس وقت حرمین شریفین میں عوام بلکہ خواص بھی شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کے اتباع کو یہود و نصاریٰ اور ہنود و مجوس سے بدتر سمجھتے تھے۔ مولانا مدنی بھی اسی مسموم کے فضاء سے متاثر ہو کر شیخ کے خلاف غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے تھے۔

۲۔ مولانا مدنی ہی کی طرح نواب صدیق حسن خاں کو بھی شیخ کے عقائد واعمال کے متعلق صحیح معلومات حاصل نہیں تھی اور وہ بھی شیخ کے بارے میں اچھے خیالات نہیں رکھتے تھے۔

۳۔ بلکہ مولانا مدنی نے شیخ کی طرف جو بے بنیاد باتیں اور خرافات وافترات منسوب کی ہیں ان کا ایک بڑا ماخذ نواب صاحب کی تحریریں بھی ہیں۔

۴۔ پھر مولانا مدنی نے شیخ کے متعلق اپنے سابقہ خیالات (مندرجہ شہاب ثاقب) سے ۱۹۲۵ء میں ایک اخباری بیان کے ذریعہ رجوع کر لیا تھا۔ زیر تبصرہ کتاب "دو متضاد نظریے" مولانا منظور نعمانی کی مذکورہ بالا کتاب پر تبصرہ وتعاقب ہے، جسمیں فاضل مولف مولانا فیضی نے دلائل قطعیہ سے ثابت کیا ہے کہ مذکورہ بالا تمام باتیں قطعی غلط ہیں اور مولانا نعمانی نے اس سلسلہ میں جگہ جگہ دانستہ غلط بیانی اور تلبیس سے کام لیا ہے۔

چنانچہ فیضی صاحب نے دیگر دلائل وشواہد کے ساتھ خود مولانا مدنی کی تحریر اور "شہاب ثاقب" میں انکی اپنی تصریح سے ثابت کیا ہے کہ مولانا مدنی اس کتاب کی تالیف کے وقت (۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء میں) مدینہ منورہ نہیں بلکہ ہندوستان ہی میں موجود ومقیم تھے۔ پھر دلائل کے ساتھ یہ واضح کیا ہے کہ ہندوستان کی فضا یہ تھی کہ اہل تحقیق خصوصًا علماء اہلحدیث نے شیخ کے بارے میں اصل حقائق کو اسطرح نکھار کر بے نقاب کر دیا تھا کہ مولانا مدنی جیسے صاحب علم کیلئے شیخ کے عقائد وافکار کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا ہونے بھٹکنے اور ٹھوکر کھانے کا سوال ہی باقی نہیں رہ گیا تھا۔ الا یہ کہ وہ دانستہ ٹھوکر کھائے۔

اسی طرح فاضل مولف نے مولانا مدنی مرحوم ہی کی تحریرات وتصریحات سے اس بات کا ناقابل تردید ثبوت پیش کیا ہے کہ مولانا مرحوم شیخ محمد بن عبدالوہاب کے متعلق "اپنی انتہائی بری رائے اور خیالات فاسدہ" ہی پر آخر تک قائم رہے اور کبھی بھی ان سے رجوع نہیں کیا۔

AsliAhleSunnet.com

اور رجوع سے متعلق مولانا کی طرف منسوب خیاری بیان ہرگز مولانا کا بیان نہیں ہے

مولانا فیضی نے کافی تحقیق وجستجو اور محنت سے نواب صاحب کی متعدد کتابوں سے جن میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کا تذکرہ ہے طول طویل اقتباسات اور اس کے بالمقابل مولانا مدنی کی کتاب "شہاب ثاقب" کے اقتباسات پیش کئے ہیں اور موازنہ کرکے دکھایا ہے کہ مولانا مدنی کے بالکل برعکس نواب صاحب شیخ کے متعلق مجموعی طور پر نہایت عمدہ تاثرات پاکیزہ خیالات اور حقیقت کے قریب تر رکھتے تھے۔ اور انہیں علمار صالحین ابن تیمیہ وابن القیم وغیرہ کی طرح توحید خالص کا علمبردار، قاطع بدعات متبع کتاب وسنت اور سلف صالحین کا پیرو سمجھتے تھے۔ اسلئے نواب صاحب کی تحریروں کو مولانا مدنی کے خیالات فاسدہ کا ماخذ قرار دینا انتہائی قبیح جسارت ہے۔

الغرض زیر تبصرہ کتاب "دو متضاد نظریئے" شروع سے اخیر تک بڑی دلچسپ اور قابل دید ہے اس میں مذکورہ مباحث کے علاوہ اور بھی متعدد امور ومباحث آگئے ہیں، اور جو کچھ لکھا گیا ہے نہایت مدلل ومحقق لکھا گیا ہے اور انتہائی متانت وسنجیدگی ادیدہ وری اور دقت پسندی سے تمام پہلوؤں کا جائزہ لیکر اصل حقیقت کو بے نقاب کیا گیا ہے۔

یہ کتاب شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب پر تصنیف شدہ کتابوں میں ایک عمدہ اضافہ ہے طلبۂ مدارس اسلامیہ کو عموماً اور وابستگان مسلک اہلحدیث کو خصوصاً اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئیے۔ کتاب پر وقت کے فاضل گرامی مشہور ومعروف شخصیت مولانا صفی الرحمن مبارکپوری حفظہ اللہ کی تقدیم ہے۔ فاضل مولف مولانا محفوظ الرحمن فیضی صاحب اس کتاب کی تالیف پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔

اخیر میں یہ ذکر کر دینا بھی ضروری ہے کہ مذکورہ کتاب کا موجودہ ایڈیشن چونکہ "محدث" میں (چار قسطوں کے اندر) شائع شدہ مقالہ ہی کو ریڈیوز کرکے چھاپ دیا گیا ہے، اس لئے مضامین ومباحث کی ترتیب میں کچھ ناہمواری اور خامی رہ گئی ہے اور خط بہت باریک ہوگیا ہے، ضرورت ہے کہ فاضل مولف کی نظر ثانی اور ترتیب جدید کے ساتھ کتاب کا دوسرا ایڈیشن جلی خط میں شائع کیا جائے۔ نیز ضروری ہے کہ اس کا عربی ایڈیشن بھی شائع کیا جائے۔

ا۔ م۔ سلفی

کلینڈر ۱۹۸۹ء

جامعہ سلفیہ مرکزی دارالعلوم بنارس کا جدید کلینڈر برائے ۱۹۸۹ء طبع ہوچکا ہے خواہشمند حضرات مکتبہ سلفیہ کے پتے پر اپنے آرڈر بھیج کر جلد از جلد طلب فرمالیں۔

مکتبہ سلفیہ، ریوڑی تالاب، وارانسی

AsliAhleSunnet.com

OCTOBER 1988 Vol. VI - No. X

MOHADDIS

THE ISLAMIC CULTURAL & LITERARY MONTHLY MAGAZINE

مطبوعات جامعہ سلفیہ

کتاب الکبائر

تالیف : ابوعبداللہ محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ

ترجمہ : عبدالوہاب حجازی

تقدیم و مراجعہ : ڈاکٹر مقتدیٰ احسن ازہری

قیمت Rs. 35/00

مکتبہ سلفیہ ، ریوڑی تالاب ، وارانسی

Published by: Abdul Auwal Ansari, on behalf of Darut-Taleef Wat-Tarjama and Printed at Salafia Press, B. 18/1 G. Reori Talab, Varanasi and Published at B. 18/1 G. Reori Talab, Varanasi. Editted by : A.W.H.

AsliAhleSunnet.com